صفر المظفر ۱۴۴۷ھ اگست ۲۰۲۵ء
AUG. 2025 Rs. 30/-

جانشینِ تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

علم کی اہمیت وافادیت

سمنان سے ہند تک

ہمارا عمل! حسینی یا یزیدی؟

کنزالایمان اور عشق وعرفان

حق حضانت اور تبنی کی شرعی حیثیت

امام احمد رضا! حیات وخدمات

امام احمد رضا! ایک ادب شناس شاعر

نام نہاد گئو رکشکوں کا مسلمانوں پر تشدد

غیر مستند روایات شہادت حسین پر امام احمد رضا کی تنبیہ

حیات سیدنا حافظ شاہ جمال اللہ رامپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا بلال اور اسلام کے لئے ان کا صبر وتحمل

منبر ومحراب کا دکھ! علمائے دین کی بے بسی اور استحصال

مُدیر:
مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامیة جامعة الرضا بریلی شریف یوپی، ہند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

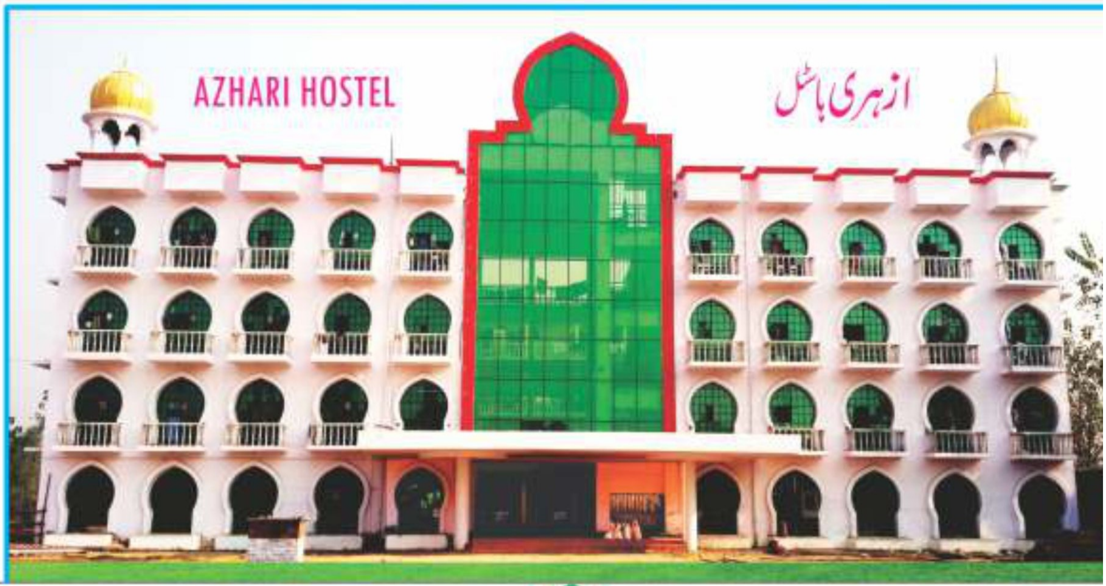

Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

مام احمد رضا ٹرسٹ

/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 5020000472
IFSC Code : HDFC000

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ | Vol. 10

صفر المظفر ۱۴۴۷ھ | اگست ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۸ | Issue No. 8

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا | محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	کنز الایمان اور عشق وعرفان	محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی	۵
اسلامیات	علم کی اہمیت وافادیت	علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ	۱۰
☞	حق حضانت اور تبنی کی شرعی حیثیت	مفتی محمد اختر حسین علیمی	۳۹
احوال قوم وملت	منبر ومحراب کا دکھ! علمائے دین کی بے بسی اور استحصال	مفتی سبطین رضا مرتضوی	۱۲
☞	ہمارا عمل! حسینی یا یزیدی؟	مفتی جاوید اختر رضوی	۳۴
☞	غیر مستند روایات شہادت حسین پر امام احمد رضا کی تنبیہ	مولانا غلام آسی مونس پورنوی	۳۷
احوال وطن	نام نہاد گئو رکشکوں کا مسلمانوں پر تشدد	حافظ افتخار احمد قادری	۱۷
اسلاف واخلاف	حضرت سیدنا بلال اور اسلام کے لئے ان کا صبر وتحمل	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن	۱۹
☞	سمنان سے ہند تک	غلام مصطفیٰ رضوی	۲۴
☞	حیات سیدنا حافظ شاہ جمال اللہ رامپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مولانا سید فرقان رضا حسنی	۲۶
رضویات	امام احمد رضا! ایک ادب شناس شاعر	حافظ افتخار احمد قادری	۲۸
☞	امام احمد رضا! حیات وخدمات	ڈاکٹر فیض احمد چشتی	۳۱
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۴۴
منظومات	حق کی ضیا کہوں کہ جمال سنن کہوں	سید خادم رسول عینیؔ	۴۶
☞	ذکر کرنا ہے ہمیں اس مونس وغم خوار کا	محمد فرقان فیضی	۴۶
☞	نور حق میں نہانے بریلی چلیں	محمد عرفان رضا قادری	۴۶
☞	مسلک احمد رضا کی شان ہیں اختر رضا	مفتی محمد عطاء النبی حسینی	۴۶
خیر وخبر	حضور قائد ملت کا دورۂ بہار، بنگال اور جھارکھنڈ	محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی	۴۷

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

کنز الایمان اور عشق وعرفان

جس طرح امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظم عشق رسول مقبول کے سوز وگداز سے لبریز ہے، اسی طرح نثر بھی گونا گوں عشق رسول کی قندیلوں سے روشن ہے، جس کی ضیا بار کرنوں سے آپ کی جملہ تصانیف روشن ومنور ہیں، ہر جگہ، ہر حال میں اور ہر موڑ پر عشق مصطفیٰ کی شمع آپ کے ہاتھوں میں رہی، چاہے وہ حدائق بخشش ہو، فتاویٰ رضویہ ہو یا کنز الایمان! الغرض عشق رسول مقبول کے رنگ وبو سے نظم ونثر دونوں ہی معطر ہیں، آپ کا یہ اصرار تھا ع

ذکر ان کا چھیڑئے ہر بات میں

اب تصور میں سرکار دو جہاں، نبی آخر الزماں، سیاح لامکاں، رشک قدسیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آراء کی ملاحت کو بسایئے اور عشق صادق کے جلوؤں سے اپنے قلب وجگر کو جگمگایئے، ارشاد ربانی ہے:

۱ ووجدك ضالاً فهدىٰ۔ [پارہ ۳۰/آیت ۷/سورۃ الضحیٰ]

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکا پھر راہ دی .... عبد القادر شاہ

اور پایا تجھ کو بھولا ہوا پس راہ دکھائی .... شاہ رفیع الدین

اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بنایا .... عبد الماجد دریابادی

اور تجھ کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا .... مقبول شیعہ

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتلایا .... اشرف علی تھانوی

[قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۰-۹]

اب ایک عاشق مصطفیٰ کا بھی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، جس کے ہاتھوں میں عشق مصطفیٰ کی شمع ہے وہ بولتا ہے تو عشق رسول کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر بولتا ہے، قلم اٹھاتا ہے تو عشق مصطفیٰ کی روشنی میں لکھتا ہے، جبھی تو اس کے حرف حرف، لفظ لفظ، سطر سطر سے عشق ووفا کی خوشبو پھوٹتی ہے، امام عشق والفت فرماتے ہیں:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' .... اعلیٰ حضرت

سبحان اللہ! دیکھا آپ نے ایک عاشق کا عاشقانہ ترجمہ، جسے پڑھ کر یقیناً ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوگی۔

۲ انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر ۔ [پارہ ۲۶/آیت ۱، سورۃ الفتح]

ترجمہ: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے اللہ تجھ کو جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے .... شاہ عبد القادر

تحقیق کہ فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا .... شاہ رفیع الدین

بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردے.... عبد الماجد دریابادی
اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی درحقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرادی تا کہ اس فتح کے شکریہ کے لئے دن کی ترقی کے لئے زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلے میں تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے.......... ڈپٹی نظیر احمد دیوبندی
بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے..... تھانوی
اے محمد، ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے......... فتح محمد جالندھری
اے محمد، ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے...... محمود الحسن دیوبندی

[قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۱-۵]

دیکھا آپ نے شاہ عبد القادر نے نبی کو گناہگار لکھا، عبد الماجد دریابادی نے مصطفیٰ کو خطا کار لکھا، محمود الحسن دیوبندی نے رسول کو گنہگار لکھا اور اشرف علی تھانوی نے پیغمبر کو خطا کار لکھا، جب ہر جانب سے گناہوں اور خطاؤں کے تیر ناموس رسالت کو تار تار کرنے لگے تو امام عشق ومحبت کے صبر وشکیب کا پیمانہ لبریز ہو گیا، امام اہل سنت بریلی کی سرزمین سے عشق ومحبت میں انگڑائیاں لیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ مسلمانو تم ان گستاخوں کے بہکاوے میں نہ آجانا، ارے ذرا سوچو تو سہی جو رحمت ومحبت کا دریا تھا، وہ گناہوں کا مجسمہ کیسے ہو گیا؟ جو وفاؤں کا سمندر تھا وہ خطاؤں کا ہیولہ کیسے بن گیا، جس کے سر سے کبھی گناہ کا شائبہ تک نہ گزرا، اس کا دامن گناہوں اور خطاؤں کے دھبے سے کیسے داغدار ہو گیا؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں، ہاں ان خطا کاروں نے ضرور خطا کی ہے ترجمۂ قرآن میں! امام احمد رضا یوں عشق افروز ترجمہ فرماتے ہیں:

''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''.. اعلیٰ حضرت

امام عشق ومحبت نے ایمان کا خزانہ عطا فرماتے ہوئے کیا ہی ایمان افروز ترجمہ کیا ہے، خبردار اس جادۂ الفت سے کبھی بھٹکنا نہیں ورنہ تمہارا ایمان خطاؤں کی دلدل میں پھنس کر دم توڑ دے گا۔

وہ عشق مجسم، عشق رسول جس کی ذات میں اس قدر سرایت کر چکا تھا کہ اگر آپ جسم تھے تو عشق رسول روح کی حیثیت رکھتا تھا، آپ کی غیرت عشق نے یہ گوارہ نہ کیا کہ کوئی بدبخت شان محبوب میں گناہ گار وخطا کار جیسے مکروہ الفاظ کی نسبت بھی کرے، امام احمد رضا نے جہاں جہاں بھی ناموس رسالت کو مجروح ہوتے دیکھا فوراً آپ کا قلم فرقۂ باطلہ کی گردن پر ذوالفقار حیدر کرّار بن کر چکا اور انگلیوں کی جنبش پر گستاخوں کی لاشیں تڑپتی ہوئی سرد پڑنے لگیں۔ ؎

کلک رضاؔ ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

۳ الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان۔ [پارہ ۲۷/ آیت ۴-تا-۱ سورۃ الرحمٰن]

ترجمہ: رحمن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھائی اس کو بات.. شاہ عبد القادر
رحمن نے سکھایا قرآن، پیدا کیا آدمی کو، سکھایا اس کو بولنا.. شاہ رفیع الدین
خدائے رحمن ہی نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، اس کو گویائی سکھائی............ عبد الماجد دریابادی
رحمن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو گویائی کھائی......................... اشرف علی تھانوی

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو گویائی سکھائی.......................فتح محمد جالندھری

جنوں اور آدمیوں پر جہاں خدائے رحمن کے بے شمار احسانات ہیں از اں جملہ یہ کہ اسی نے قرآن پڑھایا، اسی نے انسان پیدا کیا، پھر اس کو بولنا سکھایا.......................................ڈپٹی نظیر احمد دیو بندی

(قران شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۶)

اب آپ مندرجہ ذیل بالا تراجم کا بار بار مطالعہ فرمائیں پھر ذیل میں ایک عاشق صادق کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں، آپ کے سامنے ایک طرف غدار مصطفی کا ترجمہ ہے تو دوسری طرف جانثار مصطفی کا ترجمہ ہے، جی ہاں! پڑھیئے بار بار پڑھیئے اور دیکھئے کہ عشق والفت کا چشمہ سیال کس کے ترجمہ سے رواں ہے، فرماتے ہیں امام اہل عشق والفت:

رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا انہیں بیان سکھایا....اعلیٰ حضرت

سبحان اللہ! اب دلوں کو گنبد خضرا کی طرف موڑھیئے اور مذکورہ ترجمے کو بار بار چشم الفت سے پڑھیئے تو میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یقیناً آپ کا ایمان نکھر جائے گا اور عشق مصطفی میں وارفتگی وشیفتگی کی ایک لطیف کیفیت طاری ہوجائے گی پھر آپ بھی پکار اٹھیں گے کہ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے، چونکہ ہمارا مرکزی مقصد عشق کو اجاگر کرنا ہے، اس لئے ہم تراجم قرآن کے اس تقابلی جائزے میں صرفی، نحوی اور فقہی تشریح وتحقیق سے قطع نظر صرف عشقیہ تشریح وتحقیق کر رہے ہیں۔

۴ لا اقسم بھذا البلد۔ [پارہ (۳۰) آیت (۱) سورۂ بلد]

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور تجھ کو قید نہ رہے گی اس شہر میں..............................شاہ عبدالقادر

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تو داخل ہونے والا ہے بیچ اس شہر کی.................شاہ رفیع الدین

میں قسم کھتا ہوں اس شہر مکہ کی.......................................اشرف علی تھانوی

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی.......................................عبدالماجد دریابادی

قسم کھاتا ہوں اس شہر کی.......................................محمود الحسن دیوبندی

ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں.......................................ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی

نہیں میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی.......................................ابوالعلیٰ مودودی

[قران شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی، ص ۱۸-۱۷]

اتنے ترجموں کو پڑھ لینے کے بعد اب ایک عاشق صادق کا عالمانہ عاشقانہ اور مجددانہ ترجمہ پڑھنے کے لئے یقیناً آپ کی آنکھیں بے تاب اور دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوگئی ہوں گی تو لیجئے دلوں کو تھامئے اور امام عشق ومحبت کا سوز وگداز سے لبریز ترجمہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے:

''مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو'' ....اعلیٰ حضرت

سبحان اللہ دیکھا آپ نے! کتنا حسین کتنا پیارا اور کیا ہی عاشقانہ ترجمہ ہے اور کیا ہی انوکھا، نرالہ اور اچھوتا انداز ہے۔

۵ ما کنت تدری ما الکتاب والایمان۔ [پارہ ۲۵/آیت ۵۲/سورۃ الشوریٰ]

ترجمہ: تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان.......................................شاہ عبدالقادر

تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان.......................................فتح محمد جالندھری

نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان ....شاہ رفیع الدین

تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کیا ہوتی ہے کتاب اور کیا ہوتا ہے ایمان............ابوالعلیٰ مودودی

آپ کو نہ یہ خبر تھی کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے............عبدالماجد دریابادی

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں........ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا چیز ہے..................اشرف علی تھانوی

دیکھا آپ نے جرأت وجسارت! ناموس رسالت پر کیسے کیسے حملے ہورہے ہیں اور ایمان کا گلا کیسے گونٹا جارہا ہے، ذرا سوچئے جو عالم ماکان وما یکون ہیں، معاذ اللہ انہیں کتاب اور ایمان کے بارے میں کچھ خبر نہیں؟ گویا نبی آیت مذکورہ کے نزول سے قبل ایمان سے نابلند تھے؟ معاذ اللہ! دیکھئے یہ لوگ ترجمے کررہے ہیں تو اپنی ناعلمی، نااہلی اور بے ایمانی کا ڈھنڈھورا پیٹ رہے ہیں لیکن جب امام احمد رضا ترجمہ کرتے ہیں تو ناموس رسالت کا تحفظ اور مسلمانوں کے قلب وجگر میں عشق وایمان کا پرچم لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں، آپ عشق والفت میں ڈوب کر ناموس رسالت کی حفاظت یوں فرمارہے ہیں:

''اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل''..................................اعلیٰ حضرت

دیکھا آپ نے! کتنا حسین، عشق افزوں اور ایمان افروز ترجمہ ہے، سبحان اللہ! یہ ہے وہ سنیت کا علمبردار اور عشق وعرفان کا عظیم پیکر جسے دنیا صبح قیامت تک اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت اور امام عشق ومحبت کے مبارک ومسعود لقب سے یاد کرتی رہے گی اور آنے والی نسلیں اس مجسمۂ عشق رسالت سے عشق ومحبت کی خیرات لیتی رہیں گی۔

اب ہم اپنے اس تقابلی جائزے کی صحت پر صداقت کی مہر ثبت کرنے کے لئے کسی اپنے کو نہیں بلکہ غیروں میں سے کسی کو آواز دینا چاہتے ہیں کیوں کہ اپنوں پر تو اپنوں کی طرفداری کا الزام آسکتا ہے، لیکن کمال تو جب ہے کہ کوئی غیر ہوکر بھی اعتراف حقیقت کرے، ہم نے اس کام کے لئے جناب کوثر نیازی صاحب (سابق وزیر اطاعات ونشریات حکومت پاکستان) کا انتخاب کیا ہے، ہم مولانا کوثر نیازی صاحب کے متعلق اتنا تو کہیں گے ہی کہ موصوف ایک حقیقت پسند شخصیت کے حامل ضرور ہیں، آگے جناب کوثر نیازی کی زبانی:

''ادب واحتیاط کی روشنی امام رضا کی تحریر وتقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے، یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے، ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون ومکاں ہے، برتر از این وآں ہے، باعث رشک قدسیاں ہے، راحت قلب عاشقاں ہے، سرمۂ چشم سالکاں ہے، ترجمۂ کنزالایمان ہے۔

"ووجدك ضالا فهدىٰ" کے ترجمہ کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے "ماضل صاحبکم وماغویٰ" رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے۔ "ضل" ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہوا کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتۂ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے، اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کرلیتے ہیں "ووجدك ضالا" کا ترجمہ ماضل کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں "اور پایا تجھ کو بھٹکا پھر راہ سجھائی" کہا جاتا ہے، مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے، ان سے چوک ہوگئی آیئے، ادیب شاعر مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریابادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے

اداریہ

''اورآپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا'' مولانا دریابادی پرانی وضع کے اہل قلم تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجئے، اس دور میں اردو معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولانا سید ابوالعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیتے ہیں، ان کا ترجمہ یوں ہے ''اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی'' پیغمبر کی گمرہی پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھئے اور پھر ''کنزالایمان'' میں امام احمد رضا کے ترجمے کو دیکھئے۔

بیا ورید گر ایں جاں بود سخن دانی
غریب شہر سخن ہائے گفتی وارد

امام اہل سنت نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''

کیا ستم ہے کہ فرقہ پرست لوگ ''رشدی'' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کاروائی کرنے سے اس لئے تامل کریں کہ کہیں آقایان نعمت ناراض نہ ہو جائیں، مگر امام احمد رضا کے اس ایمان افروز ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلام کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھا یا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(امام احمد رضا ایک عالم گیر شخصیت، ص ۲۱)

دیکھا آپ نے! یہ اعلیٰ حضرت ہی کی ذات والا صفات ہے جو عشق رسول میں غایت درجہ مستغرق ہے جبھی تو آپ کے عشق کا چرچا اپنے تو اپنے غیروں کی بھی محفل میں ہوتا ہے اور اس قدر ہوتا ہے کہ بعض جلنے والے حضرات کو اس عاشقانہ جذبے سے متعلق شکوک وشبہات کا لقوہ مار گیا، امام احمد رضا کے جذبۂ عشق رسالت کو کماحقہ بیان کرنے سے قلم قاصر ہے، ویسے بھی عشق اپنے اندر بے پناہ گہرائیاں سمیٹے ہوئے ہے، چہ جائیکہ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی گہرائی و گیرائی کی پیمائش کی جا سکے، ہاں امام اہل سنت کی طرح اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

◆◆◆

ص ۱۱ کا بقیہ..........

بول پڑے کہ بلاشبہ یہ کلام الٰہی ہے اس کے ایک ایک حرف سے صداقت وحقانیت کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ باب العلم حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو کسی شخص نے یوں طعنہ دیا کہ آپ سرورِ کائنات کے داماد ہونے کے باوجود اس قدر غریب ہیں کہ آپ کے گھر تین تین دن متواتر چولھا بھی نہیں جلتا۔ آپ نے اس کے جواب میں فی البلدیہ ایک شعر کہا:

رضینا قسمت الجبار فینا
لنا علم وللجهال مال

یعنی ہم ربِّ قدیر کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم کی دولت سے نوازا اور جاہلوں کو مال عطا کیا۔

علم اور مال کے مابین موازنہ کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم بلاشبہ مال پر سات وجہ سے افضل ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ علم کو انبیا کرام علیہم السلام کی میراث ہونے کا اعزاز حاصل ہے جب کہ مال کا تعلق فرعون، ہامان، شداد اور نمرود کی وراثت سے ہے۔

.........جاری

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

علم کی اہمیت وافادیت

ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ علم سے ذہن وفکر کو جولانیت اور دل ودماغ کو روشنی فراہم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثِ پاک میں علم کو روشنی اور جہالت کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مناطقہ نے بھی مختلف پیرائے میں علم کی تعریف وہ وضاحت کرنا چاہی لیکن علم کی ہمہ گیریت وحقیقت وماہیت واضح ہو نہ سکی۔ مثلاً کسی نے کہا کہ شئے کی صورت کے حصول کا نام علم ہے تو کسی نے کہا کہ حاصل شدہ صورت کو علم کہتے ہیں۔ کسی نے کہا عالم اور معلوم کے مابین اضافت ونسبت کو علم سے معرف کیا جانا چاہیے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ تمام تعریفات میں کوئی بھی تعریف جامعیت کی متحمل نہیں البتہ حمد اللہ (جن کا شمار ایک عظیم منطقی میں ہوتا ہے اور ان کی تصنیف حمد اللہ جوفن منطق میں ہے درس گاہوں میں منتہیٰ درجے میں پڑھائی جاتی ہے) نے جو علم کی تعریف کی ہے وہ ونہتائی جامع ہونے کے ساتھ ساتھ پیش کردہ مذکورہ بالا حدیث رسول کی آئینہ دار بھی ہے۔ حمد اللہ کی تعریف کی روشنی میں علم اس کیفیت انجلائیہ کا نام ہے جو شئے کی صورت حاصل ہونے کے بعد ذہن میں مرتعش ہو کر منقش ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ علم ایک ایسی بے مثال روشنی ہے جو دل، ذہن اور دماغ ہی کو نہیں بلکہ روح تک کو روشن کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین علم وفن کا متفق علیہ قول یہ ہے کہ علم کے بغیر انسان نا مکمل اور ادھورا ہوتا ہے بلفظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ جیسے روح کے بغیر جسم کی موت واقع ہو جاتی ہے ایسے ہی علم کے بغیر انسان ایک چلتا پھرتا زندہ لاش کی مانند نظر آتا ہے۔ اب مذکورہ حقائق کے تناظر میں یہ بات مسلم ہے کہ علم کے بغیر انسان کی ترقی متعذر ناممکن ہے اور اگر اس کے بغیر انسان کی ترقی وقوع پذیر ہو بھی جائے تو یہ محض انسان کی ترقی کہلائے گی نہ کہ انسانیت کی۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ انسان کی ترقی کے پہلو بہ پہلو انسانیت کی بھی ترقی ہو ہاں اتنا ضرور ہے کہ انسانیت کی ترقی میں انسان کی بھی ترقی شامل ہوتی ہے۔ اس بات کو ہم منطقی اصطلاح میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی ترقی اور انسانیت کی ترقی کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے یعنی ہر انسان کی ترقی انسانیت کی ترقی نہیں لیکن ہر انسانیت کی ترقی انسان کی ترقی ہے۔ ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ انسانیت کا عروج وارتقا علم کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ حدیثِ نبوی میں علم کو جو روشنی کہا گیا ہے اس میں حکمتوں کا ایک بحر ناپیدا کنار رواں دواں ہے۔ علم کیسے ایک طالب علم کے اندر روشنی بکھیرتا ہے اس سلسلے میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی کا قول قابلِ ذکر ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب ایک انسان کسی عالم کی صحبت میں بیٹھتا ہے خواہ اس سے علم حاصل کرے یا نہ کرے پھر بھی اس عالم کے پاس محض تھوڑی دیر بیٹھنے کی بنیاد پر اسے ایسی روشنیاں ملتی ہیں کہ وہ بیک وقت سات عظیم نعمتوں سے سرفراز وبہرور ہو جاتا ہے۔ پہلی نعمت یہ ملتی ہے کہ اس کا شمار طالب علموں میں ہو جاتا ہے اور طالب علم کے ثواب بھی اس پر مرتب ہو جاتے ہیں، دوسری نعمت یہ حاصل ہوتی ہے کہ جب تک وہ عالم کے پاس بیٹھا رہے گا اس وقت تک گناہوں سے یکسر محفوظ ومامون رہے گا۔ تیسری نعمت اس کا اس طرح استقبال کرتی ہے کہ اسے اپنے گھر سے لے کر عالم کی بارگاہ تک پہنچنے پر ہر ہر قدم پر نیکی ملا کرتی ہے چوتھی نعمت سے وہ اس طرح سرشار ہوتا ہے کہ عالم کی بزم میں برستی رحمتوں سے وہ بھی مستفیض ہوتا ہے۔ پانچویں نعمت اس کا یوں خیر مقدم کرتی ہے کہ اس کا ہر ہر لمحہ عالم کی صحبت میں عبادت میں گذرا کرتا ہے۔ چھٹی نعمت سے وہ اس طرح متمتع ہوتا ہے کہ

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

عالم کی بزم میں اگر کوئی مذکور مسئلہ اس کی فہم سے بالاتر ہوتا ہے تو وہ اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے اور یہی تنگیٔ دل اسے منکسر القلوب کے زمرے میں شامل کردیتی ہے۔ ساتویں نعمت سے وہ اس طرح مالا مال ہوتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں علم کی تیز تر روشنی اس کے دل میں علم کی عظمت اور جہالت سے نفرت پیدا کردیتی ہے۔

علم کی روشنی کا کمال دیکھنا ہو تو قرآنِ مقدس میں سورۂ نمل میں مذکور چیونٹیوں کی ملکہ جو لنگڑی تھی اس کی علمی فراست ملاحظہ کریں۔ انیسویں پارے کے سورۂ نمل کے دوسرے رکوع میں رب کائنات نے اس چیونٹیوں کی ملکہ کے اعلان و بیان کو اس طرح پیش فرمایا ہے ''یہاں تک کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام مع لشکر وادیٔ نمل میں آئے تو ایک چیونٹی بولی کے اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہ تمھیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں کچل ڈالیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات سے مسکرا کر ہنس دیے۔''

کتب تفاسیر بتاتی ہیں کہ چیونٹیوں کی ملکہ نے اس وقت چیونٹیوں کو متنبہ کیا جب حضرت سلیمان علیہ السلام مع اپنے لشکر تین میل دوری پر تھے۔ یہ علم کی روشنی کا ہی فیضان تھا کہ چیونٹیوں کی ملکہ نے میلوں دوری سے نہ صرف یہ کہ اللہ کے پیغمبر کو ان کے لشکر کے ساتھ آتے ہوئے دیکھ لیا بلکہ فراستِ علمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ تم اپنے گھروں میں چلی جاؤ مبادا حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر تمھیں بے خبری میں کچل ڈالیں۔ یعنی اس چیونٹی کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اللہ کے پیغمبر اور ان کے لشکر دانستہ ایسا نہیں کرسکتے کیوں کہ اللہ کا نبی اس خاندانِ گیتی پر ظلم کا سدِ باب کرنے آتا ہے نہ کہ کسی پر ظلم ڈھانے کے لیے۔

ہم نے علم سے متعلق پچھلے صفحے میں حدیث پاک نقل کی کہ علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی واضح رہے کہ یہ حدیث قرآنی آیت کی تفسیر و ترجمانی ہے۔ روشنی اور تاریکی آپس میں ضدین ہیں اور ضدین کا اجتماع محال ہے۔ لہٰذا ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ روشنی اور تاریکی یکجا ہوجائیں اس طرح علم اور جہالت بھی مجتمع نہیں ہوسکتے۔ جب یہ آپس میں جمع نہیں ہوسکتے تو پھر برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ نہ علم و جہالت برابر ہوسکتے ہیں اور نہ عالم و جاہل۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس میں ربِّ قدیر نے جہاں یہ فرمایا کہ خبیث و طیب، دوزخی اور جنتی، اندھا اور آنکھ والا، اندھیرا اور روشنی، سردی اور گرمی اور زندے اور مردے برابر نہیں۔ وہیں یہ بھی فرمایا کہ عالم و جاہل برابر نہیں۔ رب قدیر کے اس فرمان سے بلا شبہ علم کی اہمیت و افادیت مہرِ نیم روز کی طرح عیاں و روشن ہوجاتی ہے۔

علم نہ صرف یہ کہ انسان کے ظاہری حصے کو منور و مجلّٰی کرتا ہے بلکہ انسان کے باطن کو بھی صدر شک ماہتاب و آفتاب بنا دیتا ہے علم کا فیضان زندگی کے محض ایک پہلو پر محیط نہیں بلکہ اس سے اخلاقیات، سماجیات، معاشیات یہاں تک کہ روحانی اقدار بھی مستفاد ہوتے ہیں، علم سے اخلاق کے اندر پاکیزگی اور روح کے اندر بالیدگی کی خوشگوار فضا ہموار ہوتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ علم انسان کے اندر خوف خدا پیدا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر جیمس کا واقعہ بطور استشہاد و استمثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ موسلا دھار بارش کے موقع پر پروفیسر جیمس چھتری کو فولڈ کیے ہوئے اپنے بغل میں دبائے بھیگتے ہوئے کہیں جا رہے تھے۔ اثنائے راہ سر عنایت اللہ کی ان سے ملاقات ہوگئی سر نے پوچھا کہ پروفیسر صاحب! اس بلا کی تیز بارش میں کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں چرچ جا رہا ہوں۔ سر نے کہا جناب! آپ اتنے بڑے اسکالر ہیں۔ آپ کا سینہ علم و فن کا گنجینہ ہے پھر آپ کو چرچ جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ پروفیسر جیمس نے جواباً کہا عنایت اللہ صاحب! کیا آپ کو نہیں معلوم کہ جس کے اندر جس قدر علم کی فراوانی ہوتی ہے وہ اسی قدر خدا سے ڈرا کرتا ہے، اتنا سنتے ہی سر عنایت اللہ نے برجستہ کہا کہ جناب! کیا میں آپ کو اس سلسلے میں قرآن کی آیت نہ سنادوں، رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ اس کے بندوں میں خدا سے ڈرنے والے علما ہیں۔

آیت قرانیہ سن کر پروفیسر جیمس بے ساختہ بقیہ ص ۹ ر پر

از: مفتی سبطین رضا مرتضوی *

منبر و محراب کا دکھ! علمائے دین کی بے بسی اور استحصال

کبھی سوچا ہے کہ جب قوم کا روحانی نبض بان خود اضطراب اور بے بسی کے شکنجے میں ہو، تو اس قوم کا حال کیا ہوگا؟ جب منبر و محراب سے نکلنے والی حق کی صدا خود کسی دائرے میں مقید ہو جائے، تو فکری آزادی کا تصور کیا معنی رکھے گا؟ یہ وہ اذیت ناک سوالات ہیں جو آج ہمارے معاشرتی ڈھانچے کی تاریک گہرائیوں سے ابھر رہے ہیں، ہم اذان کی دلنواز صدا سے دن کا آغاز کرتے ہیں، ہر نماز میں امام کی اقتدا کرتے ہیں اور ہر مشکل میں رہنمائی کے لیے انہیں دیکھتے ہیں۔ مگر اس مقدس رشتے کے پردے کے پیچھے، ایک ایسی خاموش چیخ ہے جو سماعتوں کو شل اور روحوں کو زخمی کر دیتی ہے۔ یہ چیخ ہے ہمارے علمائے دین، ائمہ مساجد اور مدارس کے مدرسین کی جو اپنی تمام عمر دین کی آبیاری اور ملت کی رہنمائی میں صرف کر دیتے ہیں اور اس کے عوض انہیں کیا ملتا ہے؟ معاشی استحصال، عزت نفس کی پامالی اور فکری تنہائی کا ایک ایسا دائمی چکر جو ان کی تمام قربانیوں کو بے معنی کر دیتا ہے۔

آج ہم ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں جو صرف ''منبر و محراب کا دکھ'' نہیں، بلکہ پورے معاشرے کی فکری کج روی اور اخلاقی پستی کا عکاس ہے۔ یہ صرف چند افراد کی بے بسی نہیں، بلکہ اس امت کی روحانی بنیادوں کی کمزوری کا مظہر ہے جس نے علم کو اپنی پہچان بنایا تھا۔

یہ تحریر آپ کو صرف چند حقائق سے آشنا نہیں کرائے گی بلکہ ایک ایسے آئینے کے سامنے لا کھڑا کرے گی جہاں آپ اپنی ترجیحات اور ہماری اجتماعی ذمہ داریوں کا از سر نو جائزہ لے سکیں گے، کیا ہم واقعی اس طبقے کو اس کی قدر دے رہے ہیں جو ہماری روحوں کا معمار ہے؟ یہی وہ سوال ہے جس کا جواب ڈھونڈنے کے لیے آج ہم قلم اور فکر کی لگام تھامے نکلے ہیں۔

معاشی استحصال! روٹی کے چند ٹکڑے اور صبر کا پہاڑ

آج کے تیز رفتار اور مادی دور میں، ہر ہنر اور صلاحیت کا مالیاتی پیمانہ متعین ہے۔ ایک عام دفتری ملازم پانچ سے چھ گھنٹے کی ڈیوٹی کے عوض معقول مشاہرہ حاصل کرتا ہے جو اسے کم از کم زندگی کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ ایک مزدور بھی اپنی یومیہ اجرت سے اپنے خاندان کے لیے دو وقت کی روٹی کا انتظام کر لیتا ہے، لیکن جب ہم اپنے مدارس کے مدرسین اور ائمہ مساجد کی جانب نگاہ دوڑاتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ان کی شب و روز کی محنت اور اس کے عوض ملنے والی اجرت کا موازنہ ناقابل یقین حد تک غیر متناسب ہے۔ صبح صادق سے لے کر شام کے ڈھلنے اور پھر رات گئے تک، ان کی زندگی کا ہر لمحہ علم دین کی ترویج اور عبادت خانوں کی آبیاری میں صرف ہوتا ہے۔ ان کے دن کا آغاز اذان فجر سے ہوتا ہے، جس کے بعد وہ امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں، پھر مسجد میں موجود نمازیوں کو درس دیتے ہیں یا بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں۔ مدرسین دن بھر مدارس میں طلباء کو درس قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو و صرف، منطق اور دیگر علوم دینیہ پڑھاتے ہیں۔ شام کو عشا کے بعد تک مدرسے میں موجود رہتے ہیں، اس کے علاوہ فتاویٰ کی ذمہ داری، نکاح پڑھانا، جنازے پڑھانا اور بسا اوقات سماجی اصلاح کے دیگر کام بھی ان کے کاندھوں پر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے علاقے میں صلح کرانے، لوگوں کے مسائل سننے، اور اسلامی نقطہ نظر سے رہنمائی فراہم کرنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ کئی بار انہیں گاؤں یا محلے کے جھگڑوں کو حل کرنے کے لیے غیر رسمی پنچایتوں میں بھی حصہ لینا پڑتا ہے۔ ان تمام فرائض کی ادائیگی کے لیے ان کا نہ تو کوئی مقررہ وقت ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مقررہ چھٹی۔

* مضمون نگار سونا پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

یہ محض ایک نو سے پانچ کی نوکری نہیں بلکہ ایک مکمل طرز زندگی ہے، اس بے پناہ محنت، غیر معمولی ذمہ داری اور شب و روز کی عرق ریزی کے عوض انہیں جو تنخواہ ملتی ہے، وہ محض روٹی کے چند ٹکڑوں سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ رقم بسا اوقات ایک مزدور کی یومیہ اجرت سے بھی کم ہوتی ہے، جس میں ایک پورا کنبہ کیسے عزت و وقار سے اپنا گزر بسر کر سکتا ہے، یہ ایک ایسا سوال ہے جو ارباب اقتدار اور معاشرے کے ذمہ دار افراد سے آج بھی جواب طلب ہے، ایک امام یا مدرس جس کے پانچ سے چھ بچے ہوں، وہ اس قلیل تنخواہ میں کیسے ان کی تعلیم، صحت اور خوراک کا بندوبست کر سکتا ہے؟ کیسے وہ مہنگائی کے اس دور میں اپنے خاندان کو بنیادی ضروریات بھی فراہم کر سکتا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دائمی مالی پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں، بچوں کی بیماری، گھر کے کرایہ یا بجلی کے بل جیسے چھوٹے موٹے اخراجات بھی ان کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن جاتے ہیں۔ اکثر اوقات انہیں قرض لینا پڑتا ہے یا پھر اپنے خاندان کی بنیادی ضروریات سے بھی سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے، یہ معاشی بے بسی صرف ان کے جسموں کو نہیں توڑتی بلکہ ان کی روحوں کو بھی کرچی کرچی کر دیتی ہے، جب ایک عالم دین جو امت کی روحانی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے، اپنے بچوں کے لیے دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے کما پائے تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہوگی؟

خدمت کا بوجھ اور عزت نفس کی پامالی

تنخواہ کی کمیابی سے بڑھ کر ایک اور دکھ جو انہیں ہر روز سہنا پڑتا ہے، وہ عزت نفس کی پامالی ہے۔ یہ وہ ظلم ہے جو انہیں اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے اور ان کی روحانی طاقت کو کمزور کرتا ہے۔ وہ اراکین کمیٹی جو بسا اوقات دین کی سمجھ اور علم کے وقار سے یکسر ناواقف ہوتے ہیں، ان معماران قوم پر بے جا رعب جھاڑتے ہیں، طعنے دیتے ہیں اور بسا اوقات سر عام ان پر چیختے اور چلاتے ہیں۔ ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے جیسے امام یا مدرس ان کا ذاتی ملازم ہو، جس پر انہیں مکمل اختیار حاصل ہے۔ بعض کمیٹیاں تو ان کے لباس، ان کے بول چال یہاں تک کہ ان کے ذاتی معاملات میں بھی بے جا مداخلت کرتی ہیں۔ وہ ہر بات میں اپنی رائے کو حتمی سمجھتی ہیں اور امام و مدرس کی ہر بات کو شک کی نگاہ سے دیکھتی ہیں انہیں ہر وقت ڈر اور خوف کے ماحول میں رہنا پڑتا ہے کہ کہیں کمیٹی کے اراکین ان سے ناراض نہ ہو جائیں اور انہیں ملازمت سے فارغ نہ کر دیں، جس زبان سے قرآن و حدیث کے گہرے مفاہیم بیان ہوتے ہیں، جس دل میں امت کا درد موجزن ہوتا ہے، اسے حقارت کے چند بولوں سے مجروح کر دیا جاتا ہے۔

ایک عالم دین جو اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ علوم دینیہ کے حصول میں صرف کرتا ہے، جس نے راتوں کو جاگ کر دین کا علم حاصل کیا، اسے ایک ایسے شخص کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے جو شاید ایک کلمہ بھی صحیح طریقے سے نہ پڑھ سکتا ہو اور نہ ہی دین کے بنیادی اصولوں سے واقفیت رکھتا ہو۔ یہ وہ طبقہ ہے جس نے اپنی جوانی دین کی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کی، دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کی تاکہ وہ قوم کو صراط مستقیم دکھا سکے مگر آج انہیں بے وقعت سمجھا جاتا ہے اور ان کی رائے کو نظر انداز کیا جاتا ہے، انہیں مسجد و مدرسہ کے بجٹ یا معاملات کے بارے میں بھی مکمل آگاہی نہیں دی جاتی اور ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ خاموشی سے تمام باتوں کو قبول کر لیں۔ یہ ظلم کی انتہا ہے کہ ایک معلم دین جو علم کا وارث ہے، اسے بے علم لوگوں کے ہاتھوں ذلت کا سامنا کرنا پڑے، یہ رویہ صرف فرد کی توہین نہیں، بلکہ علم کی توہین ہے، دین کی توہین ہے اور بالآخر پورے معاشرے کی اخلاقی گراوٹ کا ایک بھیانک اشاریہ ہے، جب علما اور ائمہ کی عزت نہیں کی جائے گی، تو معاشرے سے علم کی قدر ختم ہو جائے گی، جب ان کے علم کو اہمیت نہیں دی جائے گی، تو لوگ دین سے دور ہوتے جائیں گے۔

افسوس کا مقام ہے کہ ہم دنیاوی ڈگری ہولڈرز کی بے پناہ عزت کرتے ہیں، انہیں معاشرے میں ایک خاص مقام دیتے ہیں، لیکن جب بات علمائے دین کی آتی ہے تو ان کا مقام ایک معمولی ملازم سے بھی کم تصور کیا جاتا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف ان کی ذہنی صحت پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے بلکہ ان کی کارکردگی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ ایک شخص جب مسلسل بے عزتی اور دباؤ کا شکار ہو تو وہ کیسے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکتا ہے؟ اس

کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دل برداشتہ ہو کر اپنی ذمہ داریوں سے ایک حد تک غافل ہو جاتے ہیں یا پھر مجبوراً اپنے پیشے سے دل اچاٹ کر کوئی اور ذریعہ معاش تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ ظلم ہے جو معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔

سیاسی اور سماجی دباؤ- ایک مزید بوجھ

معاشی اور ذاتی استحصال کے ساتھ ساتھ علمائے دین کو ایسے کئی سیاسی اور سماجی دباؤ کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کے دکھوں میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ یہ دباؤ ان کی آزادی رائے، ان کے فکری استحکام اور ان کے سماجی کردار کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ انہیں اکثر ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں وہ اپنے منصب کے تقاضوں اور بیرونی طاقتوں کے مطالبات کے درمیان پس جاتے ہیں، یہ حالات انہیں ایک مستقل تناؤ اور خوف میں مبتلا رکھتے ہیں اور ان کی خالصتاً دینی خدمات کی صلاحیت کو کمزور کرتے ہیں۔ ان دباؤ کی تفصیلات درج ذیل ضمنی عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں:

سیاسی مداخلت

کئی جگہوں پر مساجد اور مدارس کے معاملات میں سیاسی مداخلت بھی ایک بڑا مسئلہ بن چکی ہے۔ ائمہ اور مدرسین پر بعض اوقات مخصوص سیاسی یا نظریاتی ایجنڈے کو فروغ دینے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ اگر وہ ان مطالبات کو پورا نہ کریں تو انہیں ہراساں کیا جاتا ہے یا ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا ہے۔ اس سے ان کی آزادی متاثر ہوتی ہے اور وہ خالصتاً دین کی خدمت کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ صورت حال انہیں ایک مشکل دوراہے پر لا کھڑا کرتی ہے، جہاں انہیں اپنے ضمیر اور روزی روٹی میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔

عوامی توقعات کا بوجھ

عوام کی جانب سے بھی علمائے دین پر غیر حقیقی توقعات کا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ہر سماجی، سیاسی اور فکری مسئلے کا فوری اور شافی حل پیش کریں، انہیں ہر تنازع میں غیر جانبدار رہتے ہوئے حل پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے، جب کہ انہیں خود مسائل کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ کسی معاملے میں عوامی توقعات پر پورا نہ اتریں تو انہیں تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کی قابلیت پر شک کیا جاتا ہے اور ان کی عزت کو پامال کیا جاتا ہے۔

جھوٹی خبریں اور الزام تراشی

سوشل میڈیا کے دور میں علمائے دین کو جھوٹی خبروں اور الزام تراشیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی بھی معمولی سی غلطی یا بے بنیاد الزام پر انہیں فوری طور پر بدنام کر دیا جاتا ہے، جس سے ان کی ساکھ اور ان کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ انہیں اپنے دفاع کا موقع بھی کم ہی ملتا ہے اور عوام میں ان کے بارے میں غلط تاثر پھیل جاتا ہے۔

تحفظ کا فقدان

کئی مواقع پر علما کو مختلف گروہوں کی جانب سے دھمکیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، اس کے باوجود انہیں خاطر خواہ تحفظ فراہم نہیں کیا جاتا جس سے وہ ایک مستقل خوف اور عدم تحفظ کے عالم میں زندگی گزارتے ہیں۔ یہ ظلم انہیں نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی طور پر بھی کمزور کرتا ہے۔

ان تمام چیلنجز اور ظلم کے باوجود علمائے دین کی ایک بڑی تعداد آج بھی بے سروسامانی کے عالم میں اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ ان کے پاس نہ تو جدید سہولیات ہیں، نہ تربیت اور نہ ہی مالی وسائل، یہ ان کی بے بسی ہے کہ وہ ان چیلنجز کو سمجھتے ہیں، ان سے نمٹنا چاہتے ہیں، لیکن حالات کی ستم ظریفی انہیں آگے نہیں بڑھنے دیتی۔

معاشرتی اثرات اور فکری خلا

اس صورت حال کے نتائج انتہائی خطرناک ہیں، جب ایک عالم یا مدرس مالی تنگی اور معاشرتی بے عزتی کے ساتھ ساتھ اس ظلم و جبر کا شکار ہوتا ہے تو نئی نسل میں دین کا علم حاصل کرنے کا رجحان کم ہو جاتا ہے، والدین اپنے بچوں کو دنیاوی تعلیم کی طرف مائل کرتے ہیں جہاں انہیں بہتر مستقبل کی امید نظر آتی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ دینی تعلیم حاصل کر کے ان کا بچہ نہ صرف معاشی طور پر پریشان حال رہے گا بلکہ معاشرتی طور پر بھی اسے کوئی خاص

مقام نہیں ملے گا، بلکہ اسے ظلم واستحصال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اچھے سے اچھے مدارس سے فارغ التحصیل طلبا بھی ایک اچھی نوکری کے لیے در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں یا پھر انہیں انتہائی معمولی مشاہرے پر کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں کو نسبتاً بہتر مستقبل کی ضمانت ملتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مدارس ویران ہوجاتے ہیں، مساجد میں اہل علم کی کمی ہونے لگتی ہے اور معاشرہ فکری رہنمائی سے محروم ہوجاتا ہے۔ جہالت کا اندھیرا ہرسو پھیلنے لگتا ہے اور قوم بے سمتی کا شکار ہوجاتی ہے۔ جب معاشرہ صحیح اسلامی تعلیمات سے دور ہوجاتا ہے تو فتنوں اور گمراہیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، لوگ افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں، انتہا پسندی یا پھر لادینیت کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

یہ علما ہی تھے جنہوں نے مشکل ترین حالات میں بھی دین کا چراغ روشن رکھا، فتنوں کے دور میں امت کی رہنمائی کی اور کردار سازی کا فریضہ انجام دیا، برصغیر کی تاریخ میں خاص طور پر برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد آزادی میں علمائے دین کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو منظم کیا، انہیں آزادی کی اہمیت سمجھائی اور ان کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے میں مدد کی۔ آج جب انہیں ہی دیوار سے لگایا جا رہا ہے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ قوم کی اخلاقی بنیادوں کی حفاظت کون کرے گا؟

جب علمائے دین کمزور ہوں گے تو معاشرہ کمزور ہوجائے گا۔ جب مسجد اور مدرسے کا وقار مجروح ہوگا تو پوری امت کا وقار مجروح ہوگا، اس سے ایک فکری خلا پیدا ہوتا ہے جسے پر کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا، جب دین کے صحیح علما میدان سے ہٹ جاتے ہیں تو ان کی جگہ ایسے لوگ لے لیتے ہیں جو کم علم ہوتے ہیں یا پھر جن کے اپنے مفادات ہوتے ہیں، یہ لوگ دین کو اپنی مرضی سے پیش کرتے ہیں، جس سے معاشرے میں مزید انتشار پھیلتا ہے، نوجوان نسل جو پہلے ہی الجھنوں کا شکار ہے، مزید گمراہی میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ انہیں صحیح رہنمائی نہیں ملتی اور وہ مختلف نظریات کے درمیان بھٹکتے رہتے ہیں۔ یہ فکری خلا نہ صرف مذہبی معاملات میں نقصان دہ ہے بلکہ سماجی اور اخلاقی طور پر بھی معاشرے کو کھوکھلا کر رہا ہے۔

ایک پر امید پکار اور ذمہ داری کا احساس

حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں، اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونی چاہیے، یہ وقت ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی ترجیحات کا جائزہ لیں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ علما وائمہ اور مدرسین کسی گروہ یا طبقے سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ دین کے پاسبان اور روحانی معمار ہیں۔ وہ ہمارے اور ہماری نسلوں کے لیے ایک محافظ کا کردار ادا کر رہے ہیں، ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے وقار کا تحفظ ہر مسلمان اور بالخصوص کمیٹیوں کے اراکین کی اولین ذمہ داری ہے۔

اراکین کمیٹی کی ذمہ داری

مسجد و مدرسہ کے کمیٹیوں کو چاہیے کہ وہ علمائے دین کو صرف تنخواہ دار ملازم نہیں بلکہ امت کے محسن اور روحانی قائد سمجھیں۔ ان کی مالی تنگی دور کرنا، انہیں مناسب مشاہرہ فراہم کرنا جو ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے اور ان کے اوقات کار کو معقول بنانا ان کی اولین ذمہ داری ہے۔ انہیں عزت واحترام دینا، ان کی رائے کو اہمیت دینا اور ان کے ساتھ مشورے کرنا لازم ہے۔ کمیٹیوں کو علمائے دین کی تربیت اور ترقی کے لیے بھی فنڈز مختص کرنے چاہیے تاکہ وہ اپنے فرائض زیادہ بہتر طریقے سے انجام دے سکیں۔ ان پر کسی بھی قسم کا بے جا دباؤ ڈالنے یا انہیں ذلیل کرنے سے سختی سے گریز کیا جائے۔

معاشرے کی ذمہ داری

بحیثیت مسلمان ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے علما کا احترام کریں۔ انہیں تنقید کا نشانہ بنانے کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کی مالی مدد بھی کریں۔ انہیں اپنے مسائل میں شامل کریں اور ان سے رہنمائی حاصل کریں، ہمیں اپنے بچوں کو بھی علما کے احترام اور ان سے دین سیکھنے کی ترغیب دینی چاہیے اور انہیں یہ سکھانا چاہیے کہ علمائے دین کا مقام کتنا بلند ہے۔

علمائے دین کی ذمہ داری

علما کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے کردار، اخلاق اور حکمت سے اپنا

احوال قوم وملت

مقام حاصل کریں۔ اپنے فرائض کو پوری لگن اور خلوص سے انجام دیں تاکہ ان کی عزت اور وقار خود بخود بڑھے۔ صبر اور حکمت سے کام لیں اور امت کی رہنمائی میں کسی بھی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ اپنے آپ کو صرف مذہبی معاملات تک محدود نہ رکھیں بلکہ سماجی اور اخلاقی مسائل میں بھی رہنمائی فراہم کریں۔ اپنی باتوں میں نرمی، حکمت اور اخلاص کو اپنائیں۔

آیئے ہم سب مل کر ایک ایسا ماحول بنائیں جہاں علم دین کی قدر ہو، جہاں علما کا احترام ہو تاکہ منبر ومحراب سے اٹھنے والی صدائیں معاشرے میں امن، عدل اور روحانیت کا نور پھیلا سکیں، یہ وہ مقام ہے جہاں سے قوم کی صحیح رہنمائی ہو سکتی ہے، جہاں اخلاقی اقدار کی آبیاری ہو سکتی ہے، اور جہاں سے امت کا اتحاد مضبوط ہو سکتا ہے۔ اسی میں ہماری فلاح ہے، اسی میں ہماری بقا ہے۔ اگر ہم نے اپنے منبر ومحراب کی قدر نہ کی، اگر ہم نے اپنے علماے دین کی بے بسی اور ان پر ہونے والے ظلم کو محسوس نہ کیا تو ہم ایک فکری اور روحانی اندھیرے میں ڈوب جائیں گے، جہاں سے نکلنا انتہائی مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے ابھی وقت ہے کہ ہم سب اپنے حصے کا کردار ادا کریں اور منبر ومحراب کا دکھ دور کرنے کی سنجیدہ کوشش کریں۔

◆◆◆

ص ۳۰ / کا بقیہ

روح القدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی نازک اور سیدھی شاخ مانگنے اور اس کا قلم بنا کر نعت نبی لکھنے کی تمنا ان کی نازک خیالی، تنوع اور ندرت تفکر کا پتہ دیتی ہے، امام احمد رضا نعت رسول کی منزل میں اپنا مقام خوب جانتے ہیں، انہیں اپنے جذبہ عشق پر اعتماد ہے اس اعتماد کو وہ مختلف انداز میں اشعار کا جامہ یوں پہناتے ہیں ؎

اے رضاؔ وصف رخ پاک سنانے کے لیے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

اے رضاؔ جان عنادل تیرے نغموں کے نثار
بلبل باغ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے؟

مذکورہ بالا اشعار سے یہ ظاہر ہوتا ہے جو آپ کی مدحت سرائی میں لکھے گئے ہیں کہ نعت گوئی کے میدان میں الفاظ و بیان، فکری، پختگی، فنی عمل پیش پیش نظر آتے ہیں اور خود بڑھ کر لب بوسی وقدم بوسی کرتے ہیں جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نادر و نایاب ثبوت ہے اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا فکری تخیلات بھی بھرپور آپ کی نقاشی کر رہا ہے اسی شعر کے مصداق ؎

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

فن شاعری میں ادب واحترام فکر وتخیل کے ساتھ احتیاط کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اس صفت میں بھی آپ کی ذات لاثانی نظر آتی ہے، ورنہ آج کل کے دور میں جسے تھوڑا سا وزن بٹھانا آ گیا اور جو کسی شاعر کے بنائے ہوئے اشعار میں جوڑ توڑ کر لے وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے نہ بحروں، ردیفوں، قافیوں، تقطیع و وزنوں کا پتہ اتنے ہی میں وہ پھولے نہیں سماتے ایسی بہت سی مثالیں ہیں، لیکن بفضلہ تعالیٰ امام احمد رضا کی نعت گوئی کے اشعار ان تمام عیوب سے صاف وشفاف نظر آتے ہیں، بلکہ شاعری، نعت گوئی نعتیہ شاعری کے لیے جن خواص ولوازمات کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام چیزیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، شعری محاسن وکلام قرآن و حدیث کی روشنی میں جامع اور مرکز ومخزن نظر آتے ہیں پھر بھی اپنی انکساری کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

اے رضاؔ خود صاحب قرآں ہے مداح رسول
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

◆◆◆

امام احمد رضا نمبر

ماہنامہ سنی دنیا کا ایک عظیم صحافتی کارنامہ، امام اہل سنت کی حیات وخدمات کو ایک نئے زاویئے سے پیش کرنے والا ایک دستاویزی شمارہ، صرف ۲۰۰ / روپئے ادارہ کو بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

احوال وطن

از: حافظ افتخار احمد قادری*

نام نہاد گئو رکشکوں کا مسلمانوں پر تشدد

ملک میں آئے دن نام نہاد گئو رکشکوں اور شر پسندوں کی بربریت کی مختلف کہانیاں سامنے آتی رہی ہیں، گزشتہ روز ان نام نہاد گئو رکشکوں نے علی گڑھ میں گوشت لے جانے کے شبہ میں چار مسلمانوں کو اس قدر زدوکوب کیا گیا کہ اگر پولیس افسران دن منٹ بھی تاخیر سے پہنچتے تو شر پسند عناصر ان کو جان سے مار دیتے جبکہ ہجومی تشدد کا شکار ہوئے گوشت تاجر لائسنس یافتہ تھے۔ یہ لوگ العمار گوشت فیکٹری سے گوشت لا رہے تھے اور ان تاجروں کے پاس فیکٹری کی رسید بھی تھی، جیسے ہی ان کا کنٹینر علی گڑھ کے مضافات کے قریب پہنچا تو خود ساختہ گئو رکشکوں کے ایک ہجوم نے ان کی گاڑی کو روکا، ان پر گائے کے گوشت کی نقل وحمل کا الزام لگایا، یہ ایک ایسا شبہ تھا جو شمالی ہندوستان میں اس سے پہلے کئی مسلمانوں کے لئے موت کی وجہ بن چکا ہے، ہجومی تشدد کے شکار کچھ سمجھ پاتے اس سے پہلے مبینہ ہندوتوا تنظیموں سے منسلک بھیڑ نے کنٹینر کو گھیر لیا اور زور زور سے چلّانے لگے کہ اسے آگ لگائی جائے۔

ایسا بھی دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ مبینہ طور پر انہوں نے متاثرین سے وہاں سے گزرنے کی اجازت دینے کے بدلے میں کچھ رقم کا مطالبہ کیا۔ جب متاثرین نے انکار کیا تو ہجوم پر تشدد ہو گیا، کچھ شر پسند ایسے بھی تھے جو متاثرین کو ہاتھوں اور پیروں سے پیٹ رہے تھے، کچھ تماشائی انسانیت کو شرمسار کرنے والے اس منظر کو اپنے موبائل میں شوٹ کر رہے تھے۔ ان چاروں کے جسم سے خون بہہ رہا تھا وہ صفائی دے رہے تھے لیکن بے درد بھیڑ نے اپنا وحشیانہ انداز جاری رکھا۔ آخر کار مبینہ گورکشکوں نے کنٹینر کو آگ کے حوالے کر دیا۔

شر پسندوں کو سلاٹر ہاؤس کی طرف سے جاری کردہ درست گیٹ پاس بھی بتایا گیا لیکن خون کی پیاسی بھیڑ نے ان کی ایک نہ سنی۔ جبکہ بجرنگ دل کے لیڈروں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کنٹینر سے پہلے بھی غیر قانونی گوشت لے جایا گیا ہے، وہیں پولیس نے واضح کیا کہ اس سے پہلے جو گوشت ملا وہ بھینس کا تھا جو قانونی طور پر جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ گوشت کو قبضے میں لے کر لیبارٹری ٹیسٹ کے لیے بھیج دیا گیا ہے اور حقائق کا تعین کرنے کے لئے مکمل تحقیقات کی جائیں گی، پولیس نے واضح کیا کہ دو ہفتے قبل اسی کنٹینر سے متعلق واقعہ کے بعد گوشت کا لیبارٹری ٹیسٹ کیا گیا تھا اور گوشت بھینس کا ہونے کی تصدیق ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ بھی نوٹ کیا کہ ٹرانسپورٹر کے کاغذات بشمول مویشیوں کے ذبح کرنے کے کاغذات اس وقت ترتیب میں تھے۔ یہ پورا واقعہ اس وقت سامنے آیا جب لنچنگ کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی۔

اس طرح کے ہجومی تشدد سے ملک میں گئو رکشا دل کے بھگوا دہشت گرد اس وقت مسلمانوں پر ظلم وتشدد کی حدیں پار کر رہے ہیں۔ ویڈیو میں گئو رکشا دل کے لوگ جس طرح سے مسلمانوں کو زدوکوب کر رہے ہیں وہ ایک طرح سے چشم کشا بھی ہے اور ہوش رُبا بھی، افسوس ناک بھی ہے اور تکلیف دہ بھی۔ افسوس کہ نام نہاد قومی یک جہتی کے لوگوں کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں اور وہ لوگ جو بعض غداران قوم کے بھروسہ دلانے سے اس بات پر مکمل یقین کئے بیٹھے ہیں کہ وہ پر امن جگہ میں رہ رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ یہ ویڈیو دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔

اس وقت ملک میں ایسی نفرت پھیل چکی ہے کہ مسلمانوں کے قتل عام کے باقاعدہ اعلان کو بھی بعید قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علی گڑھ میں اترولی کے گوشت تاجروں پر حملہ اچانک نہیں ہوا بلکہ ایسی اطلاعات ہیں کہ اس حملے کے لئے منصوبہ بندی کافی پہلے سے کی جا رہی تھی۔ لیکن انٹیلی جینس سسٹم اس کا پتہ لگانے میں ناکام

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

احوال وطن

رہا، ذرائع کے مطابق مقامی پولیس کو معلوم تھا کہ گوشت کا کاروبار کرنے والوں پر ان نام نہاد گئو رکشکوں کی نظر ہے اس کے باوجود بھی پولیس نے نہ تو گوشت کے تاجروں کو خبردار کیا نہ ہی ان کا راستہ تبدیل کیا۔ ماضی میں ان نام نہاد گئو رکشکوں پر کاروائی نہ ہونے کی وجہ سے یہ اتنے نڈر ہو گئے ہیں کہ جب چاہیں ایک افواہ اور واٹس ایپ و سوشل میڈیا کے جھوٹ کے سہارے پورے ملک میں مسلمانوں کا یہی حال کر سکتی ہیں، اس طرح ان قائدین کے اعتماد پر کتے کی موت مرنا ایمان و عقل کے بالکل خلاف ہے، اپنی جان مال کی حفاظت اور اس کے لئے حسبِ توفیق و استطاعت ضروری انتظام سب سے پہلا فرض ہو چکے ہیں۔ حاکم بدہن ملک کا تقریباً وہی حال ہو چکا ہے جو غرناطہ و اسپین کا تھا۔ بھگوائیوں کی نظر میں مسلمانوں کو ڈی ہیومانائز کیا جا چکا ہے اسی لئے وہ مسلمانوں پر تشدد کرنے، قتل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، جس طرح انسان کیڑے مکوڑے کو اپنے پیروں تلے کچل دیتا ہے اسی طرح یہ نفرت کے پجاری مسلمانوں کو کیڑا سمجھتے ہیں اور ان کی دانست میں مسلمانوں کو قتل کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مسلمانوں کی اکثریت آج بھی کھانے پینے، گانے بجانے، قورمہ بریانی میں مکمل مست ہے۔ نہ انہیں ترجیحات و ضروریات کا احساس ہے نہ خطرات و آفات کا ادراک۔ کسی مسئلے و کسی موقع پر سنجیدگی کا مظاہرہ اور جد و جہد کا ارادہ ان کی جانب سے پایا جانا ناممکن ہے۔ گھر کے چاروں طرف آگ پھیلی ہوئی ہے بلکہ گھر کی دیواروں کو اپنے گھیرے میں لے چکی ہے لیکن گھر والے آرام دہ بستر پر غفلت کی چادر تانے خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔

تعجب ہے کہ پہلے ان شر پسند عناصر نے میٹ کاروباریوں سے رنگداری مانگی، جب تاجروں نے رنگداری اور چوتھ دینے سے انکار کر دیا تو ان کی گاڑی کو آگ لگا دی گئی اور تاجروں پر قاتلانہ حملہ کر کے لہولہان کر دیا گیا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اتر پردیش میں لا اینڈ آرڈر رہی ہے؟ جن دنوں ہندوستان پوری دنیا کے سامنے متحد ہونے کا پیغام دے رہا ہے انہیں دنوں میں ایسے واقعات کا رونما ہونا کیا حکومت کے لئے شرمندگی کی وجہ نہیں بنے گی؟ ایسا لگتا ہے کہ پولیس اور انتظامیہ کا ان غنڈوں پر کوئی کنٹرول نہیں یا پھر مسلمانوں کی لنچنگ کے لئے انہیں کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ کیا انتظامیہ اس معاملہ میں ایسی کارروائی کرے گا جو ایک نظیر بن سکے؟

◆◆◆

ص ۴۶ کا بقیہ

رحمتوں، برکتوں کا ہے دریا رواں
پیاس دل کی بجھانے بریلی چلیں
دیکھو! دیکھو! ذرا وہ چلا قافلہ
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں
ہر قدم پر مسرت نظر آئے گی
غم دلوں کے مٹانے بریلی چلیں
جھولیاں بھر کے لاتے ہیں شاہ و گدا
در سے ہم بھیک پانے بریلی چلیں
ہر طرف ہیں چلیں کفر کی آندھیاں
دین و ایماں بچانے بریلی چلیں
دربدر کیوں پھریں ہم اے عرفاں رضا
فیضِ سرکار پانے بریلی چلیں

ص ۱۸ کا بقیہ

نام ان کا فقہ و افتا میں نہ کیوں روشن رہے
فیض حضرت سیدی نعمان ہیں اختر رضا
مسند ارشاد پر جس نے بھی دیکھا کہہ اٹھا
معرفت کے آج بھی ایوان ہیں اختر رضا
صلح کلی فکر باطل کے لیے دیکھو سدا
خنجر خوں خوار اور طوفان ہیں اختر رضا
تیرے کردار و عمل کی دیکھ کر تابندگی
جان و دل سب ہو گئے قربان ہیں اختر رضا
کیوں نہ ہو تاج شریعت، فخر از ہر بھی لقب
قاضیانِ ہند کے سلطان ہیں اختر رضا
اے حسینی مفتی اعظم کی ہے یہ بھی عطا
محفلوں کے آج بھی ارمان ہیں اختر رضا

(از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*)

حضرت سیّدنا بلال اور اسلام کے لئے آپ کا صبر و تحمل

دینِ اسلام کی آمد سے قبل ہر طرف ظلم وستم کا دَور دَورہ تھا، کمزور ومظلوم طبقہ انتہائی کس مپرسی اور دردناک زندگی گزارنے پر مجبور تھا، عورتوں کو بلاوجہ پیٹنے، ان کے ساتھ جانوروں جیسا برتاؤ کرنے، بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے اور غلاموں کو کوڑے مارنے، بھوکا پیاسا رکھنے، تپتی ریت اور دہکتے کوئلوں پر لٹانے جیسے غیر انسانی سلوک کا کلچر (Culture) عام تھا، ہر سُو جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کا راج تھا، کوئی روک ٹوک کرنے اور پوچھنے والا نہیں تھا، مظلوموں کا کوئی فریادرس نہیں تھا۔

ایسے کرب ناک حالات میں فاران کی چوٹیوں سے دینِ اسلام کا سورج طُلوع ہوا، اور نااُمیدی کے بادل چھٹنے لگے، مظلوم طبقے اور نسل دَر نسل غلامی کی زندگی گزارنے والوں کو بھی اُمید کی ایک کرن دکھائی دی، اور وہ اَحدٌ اَحدٌ کی گواہی دیتے دینِ اسلام کے دامنِ رَحمت میں پناہ لینے لگے، ان تمام تر ظلم وستم اور مصائب وآلام کا سامنا کرنے کے باوجود، کلمۂ توحید کی دن رات تکرار کرنے والوں میں ایک نمایاں نام حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے۔

ولادت، اسمِ گرامی اور کنیت

آپ کا اسمِ گرامی بلال بن رَباح اور کنیت ابوعبدالکریم ہے، مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے، آپ کے آبا واَجداد کا اصل وطن حبشہ تھا، اسی لیے آپ کے نام کے ساتھ حبشی نسبت بھی معروف ہے۔ آپ کے والد کا نام رَباح اور والدہ کا نام حَمامہ تھا، یہ دونوں بھی عرب کے ایک قبیلہ کے غلام تھے۔(۱)

عزیز واَقارب

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بھائی اور ایک بہن بھی تھی، بھائی کا اسمِ گرامی خالد بن رَباح اور بہن کا غُفَیرہ بنتِ رَباح تھا۔(۲)

حضرت سیّدنا بلال رشتۂ اَزدواج سے بھی منسلک ہوئے، البتہ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا نام ہند خولانیہ تھا، جن کا تعلّق دارَیّا (Darayya) سے تھا، جو دِمشق کے قریب واقع ہے، بعض روایات کے مطابق انہیں صحابیت کا بھی شرف حاصل تھا۔(۳)

حضرت سیّدنا بلال کا قبولِ اسلام

جن نامساعد حالات اور غلامی کے دَور میں حضرت سیّدنا بِلال نے دینِ اسلام قبول کیا، اُس وقت راہِ حق پر قائم رہنا بہت مشکل اَمر تھا، اُن ایام میں آپ عبداللہ بن جُدعان کے غلام تھے اور اس کی بکریاں چرایا کرتے تھے، ایک روز آپ حسبِ معمول اپنی بکریاں چرا رہے تھے، جبکہ قریبی غار میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ بھی حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق کے ہمراہ تشریف فرما تھے، نبی کریم ﷺ نے غار کے دہانے سے آپ کو آواز دیتے ہوئے فرمایا: يَا راعِيْ! هلْ مِن لَبَنٍ؟ اے چرواہے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ حضرت سیّدنا بلال نے آواز سنی تو قریب چلے آئے اور عرض کی، کہ حضور! میری بکریوں میں کوئی بھی اس وقت دودھ دینے کے قابل نہیں، ماسوائے اس ایک بکری کے، جو اتنا کم دودھ دیتی ہے جو بمشکل میرے لیے کافی ہوتا ہے، لیکن پھر بھی میں آج اپنے حصے کا دودھ آپ دونوں حضرات کے لیے چھوڑتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ائتِ بها۔ اس بکری کو ہمارے پاس لے آؤ، حضرت سیّدنا بلال نے اس بکری کو بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا، رسولِ اکرم ﷺ نے ایک برتن منگوا کر اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا، تو دستِ اقدس کے لگتے ہی بکری کے تھنوں سے دودھ جاری ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

برتن دودھ سے بھر گیا، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے نوش فرما کر دوبارہ پھر بکری کے تھنوں سے دودھ نکالا، برتن پھر لبا لب بھر گیا، اب کی بار حضرت سیّدنا صدیق اکبر نے نوش فرمایا، اس کے بعد تیسری بار پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے تھنوں سے دودھ نکالا، تو برتن کناروں تک پھر بھر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بار حضرت سیدنا بلال (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو عطا کیا، انہوں نے بھی سیر ہو کر دودھ پیا، لیکن بکری کے تھن اب تک دودھ سے بھرے ہوئے تھے، یہ ماجرا دیکھ کر حضرت سیّدنا بلال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرویدہ ہو گئے، رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کی، جسے قبول کرتے ہوئے حضرت سیّدنا بلال دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، اسلام کا بالکل ابتدائی اور مشکل دَور ہونے کے باعث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فی الحال اپنا اسلام خفیہ رکھنے کی تلقین فرمائی۔(۴)

سخت آزمائش اور مَصائب وآلام کی گھڑیاں

حضرت سیّدنا بلال نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد ثابت قدمی کا مُظاہرہ فرمایا اور دین اسلام پر قائم رہے، بُت پرستی سے اس قدر نفرت ہوگئی، کہ ایک روز آپ نے کعبہ میں داخل ہو کر بتوں پر تھوکتے ہوئے فرمایا: خابَ وخسرَ مَن عبدَكنَّ۔ وہ لوگ ناکام اور خسارے میں ہیں جنہوں نے تمہاری پوجا و پرستش کی! مشرکینِ مکّہ کو اس بات کا پتہ چلا، تو وہ بہت سیخ پا ہوئے اور آپ کو پکڑنے کی کوشش کی، حضرت سیّدنا بلال نے بھاگ کر اپنے مالک عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں پناہ لی، مشرکین نے آپ کے آقا سے شکایت کی، تو وہ آپ سے اس قدر ناراض ہوا، کہ پکڑ کر ابوجہل اور اُمیہ بن خَلَف کے حوالے کر دیا اور کہا کہ اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو، مجھے کوئی اعتراض نہیں! انہوں نے حضرت سیّدنا بِلال پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیے، کبھی آپ کو بطحا کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر دونوں بازوؤں پر چکی رکھی، تو کبھی مار پیٹ کر لہولہان کر دیا، کبھی گلے میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کے ذریعے گلی گلی گھسیٹا، تو کبھی اس بات پر مجبور کیا، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انکار کرو، ہمارے خداؤں کی پرستش کرو، نہیں تو یونہی بلکتے مر جاؤ گے! لیکن حضرت بلال کی استقامت کو سلام، کہ آپ ہر طرح کے دکھ، تکالیف اور مَصائب وآلام کو بڑی خندہ پیشانی اور صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اَحَدٌ اَحَدٌ کی بُت شکن صدائیں بلند فرماتے رہے۔(۵)

سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے

حضرت سیّدنا بلال اپنے اسلام میں صادِق اور دل کے سچّے تھے، انہوں نے دین اسلام کی راہ میں آنے والی ہر مشکل کو نہایت خندہ پیشانی اور صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا اور اپنا مسلمان ہونا اس مشکل ترین دَور میں ظاہر فرمایا، جب اسلام کا اظہار اپنی مَوت کو دعوت دینے کے مترادِف تھا، حضرت سیّدنا بلال کا شمار اُن سات 7 اَفراد میں ہوتا ہے، جنہوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر فرمایا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

”انَ أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ سَبْعَةٌ: رَسُوْلُ اللهِ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَ بِلَالٌ، وَالمِقْدَادُ۔(۶) سب سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اسلام کا اِظہار کیا، وہ سات 7 اَفراد ہیں: (۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (۲) حضرت ابوبکر صدّیق، (۳) حضرت عمّار، (۴) حضرت عمّار کی والدہ ماجدہ حضرت سُمیّہ، (۵) حضرت صُہیب، (۶) حضرت بِلال، (۷) حضرت مِقداد“

دین اسلام کی بدَولت غلامی سے نَجات

دین اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سیّدنا بلال مسلسل آزمائش میں تھے، آپ پر ظلم وستم کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا، ایک روز حضرت سیّدنا ابوبکر صدّیق کا گزر اس مقام سے ہوا، جہاں حضرت سیّدنا بِلال کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا، آپ نے اُمیّہ بن خَلَف کو ڈانتے ہوئے فرمایا:

”أَلَا تتّقِي اللهَ فِيْ هذَا المسكينِ! حتَّى متَى۔ اس مسکین کو ستاتے ہوئے تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا؟ کب تک ایسا کرتے رہو گے؟“

وہ کہنے لگا کہ اے ابوبکر! تم نے ہی اسے خراب کیا ہے (یعنی مسلمان کیا ہے)، لہٰذا تم ہی اسے آزاد کروالو حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر نے فرمایا: أفعلُ، عنديْ غلامٌ أسوَدُ أجلَدُ منهُ، وأقوَى علىَ دينِك، أُعطِيكَهُ بهِ۔ میرے پاس بِلال سے زیادہ تندرست وتوانا اور تیرے دِین کا پیروکار غلام ہے، بلال مجھے دے دو اور بدلے میں اُسے تم رکھ لو، اُمیّہ بن خَلَف کہنے لگا کہ مجھے یہ پیش کش منظور ہے، چنانچہ سیّدنا صدیقِ اکبر نے کچھ رقم اور غلام کے عوض، حضرت بلال کو خرید کر آزاد فرمادیا۔(۷)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق نے پانچ 5 اُوقیہ (یعنی تقریباً 32 تولے) سونا ادا کر کے سیّدنا بلال حبشی کو خریدا، فروخت کرنے والوں نے کہا کہ اے ابوبکر! اگر تم صرف ایک اُوقیہ سونے پر اَڑ جاتے، تو ہم اتنی قیمت میں بھی اسے فروخت کردیتے، اس پر سیّدنا صدیقِ اکبر نے ارشاد فرمایا:

’’لوْ أبيتمْ إلّا مئةَ أوقيّةٍ لأخذتهُ۔(۸) اگر تم سو 100 اُوقیہ سونا مانگتے تو میں وہ بھی دے دیتا اور بلال کو ضرور خریدتا۔‘‘

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق کی اس نیکی سے اتنے خوش ہوئے، کہ انہیں رحمت کی دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ، زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ، وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ، وَأَعْتَقَ بِلَالاً مِنْ مَالِهِ۔(۹) اللہ ابوبکر پر رحمت کرے، مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا، مجھے دارِ ہجرت (یعنی مدینہ منوّرہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال کو خرید کر آزاد کیا۔‘‘

اچھے انسان اور مؤذّنین کے سردار

اتنی کٹھن آزمائش اور صبر کے بدلے میں، اللہ تعالیٰ نے سیّدنا بلال حبشی کو بہت بلند مقام ومرتبہ سے نوازا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذِن، خادمِ خاص اور خزانچی مقرر رہوئے، سفر وحضر میں ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رَفاقت کا شرف حاصل رہا، بدر واُحد سمیت تمام غزوات میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، فتحِ مکّہ کے موقع پر بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر، اذان دینے کی سعادت بھی سیّدنا بلال کے حصے میں آئی، آپ انتہائی اچھے انسان اور مؤذِنین کے سردار تھے، اس بات کی گواہی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی، چنانچہ سیّدنا زَید بن اَرقم سے روایت ہے، کہ رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’نِعْمَ الْمَرْءُ بِلَالٌ! وَهُوَ سَيِّدُ الْمُؤَذِّنِينَ۔(۱۰) بِلال کس قدر اچھا انسان ہے اور وہ تمام مؤذِنوں کا سردار ہے۔‘‘

جنّت تین لوگوں کی مشتاق!

حضرت سیّدنا بِلال کا شمار اُن خوش نصیبوں میں ہوتا ہے کہ جنّت بھی جن کی منتظر ومُشتاق تھی، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’اشْتَاقَتِ الْجَنَّةُ إِلَى ثَلَاثَةٍ:(۱)عَلِيٍّ، (۲) وَعَمَّارٍ، (۳) وَبِلَالٍ ۔(۱۱) جنّت تین 3 لوگوں کی مشتاق ہے: (۱) علی، (۲) عمّار، (۳) اور بِلال۔‘‘

حضرت بلال! ہمارے سردار

حضرت سیّدنا عمر فاروق بھی حضرت بلال کے مقام ومرتبہ کے اظہار کے لیے، آپ کو سَیِّدنَا (ہمارے سردار) کہہ کر پکارا کرتے ’’صحیح بخاری‘‘ کی روایت میں حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے، کہ سیّدنا عمر فاروق فرماتے:

’’أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا، وَ أَعْتَقَ سَيِّدَنَا، يَعْنِي بِلَالاً۔(۱۲) ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کرایا۔‘‘

دنیا ہی میں جنّت کی بشارت

حضرت سیّدنا بلال حبشی کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دنیا ہی میں جنّت کی بشارت سنائی، حضرت سیّدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز نمازِ فجر کے بعد حضرت سیّدنا بلال سے فرمایا:

’’يَا بِلَالُ! حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الجَنَّةِ۔ اے بلال! مجھے اپنے اس امید اَفزا کام کی خبر دو، جو تم نے

اسلام میں کیا؛ کیونکہ میں نے جنّت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے۔‘‘

حضرت سیّدنا بلال نے عرض کی، کہ میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا، جس پر مجھے زیادہ اَجر ملنے کی توقع ہو، البتہ دن یا رات کے وقت میں جب بھی وضو کرتا ہوں، تو اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدَّر کی گئی ہے۔(۱۳)

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا بلال کا حضور ﷺ سے آگے جنّت میں جانا، ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کون سا کام کیا ہے جس سے تم کو میری یہ خدمت میسّر آئی؟ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت سیّدنا بلال حضور ﷺ کے ساتھ جنّت میں گئے، نہ آپ کو معراج ہوئی، بلکہ حضور ﷺ نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا، کہ تمام خَلق سے پہلے حضور ﷺ جنّت میں داخل ہوں گے، اس طرح کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔(۱۴)

سیّدنا بلالِ حبشی کا عشقِ رسول

حضرت سیّدنا بلال رسولِ اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیّبہ تک ہمیشہ حضور کے ساتھ رہے، شب و روز حاضرِ خدمت رہتے، کبھی حرفِ شکایت زباں پر نہ لائے، آپ مصطفےٰ جانِ رَحمت ﷺ کے سچّے پکّے عاشق تھے، ہمیشہ اللہ و رسول کی رضا میں راضی رہے، نبیِ کریم ﷺ نے جب بھی کوئی ذمہ داری سونپی، بلا چُون و چرا اُسے دل و جان سے نہ صرف تسلیم کیا، بلکہ حتی المقدور اُسے اَحسن سے اَحسن انداز میں نبھانے کی بھی کوشش کی، ایک سچّے عاشقِ رسول کی یہی نشانیاں ہیں۔

حضرت سیّدنا بلال حبشی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اَذان کی ذمہ داری سونپی گئی، تو آپ کو اپنی اس ذمہ داری سے اس قدر عشق ہو گیا کہ وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتے اور اذان دینے کے لیے نماز کا وقت شروع ہونے کا انتظار فرماتے۔ قبیلہ بنی نجّار کی ایک خاتون صحابیہ نے فرمایا:

’’كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ المَسْجِدِ، فَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ، فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ۔(۱۵) مسجدِ نبوی کے گرد گھروں میں میرا گھر سب سے اُونچا تھا، حضرت سیّدنا بلال اس کی چھت پر اذانِ فجر دینے کے لیے، صبحِ صادق سے قبل آکر بیٹھ جاتے اور اذانِ فجر (کے لیے صبحِ صادق) کا انتظار کرتے رہتے۔‘‘

حضرت سیّدنا بلال چونکہ رسول اللہ ﷺ کے خاص مؤذّن تھے، لہٰذا جنگ ہو یا امن، سفر ہو حضر، ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے، جب اور جہاں نماز کا وقت ہوتا، رُخِ انور کی زیارت کرتے ہوئے اذان دینے کی سعادت حاصل کرتے اور توحید و رسالت کی گواہی دیتے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا، تو آپ بہت اداس رہنے لگے، رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ پاکر، سیّدنا بلال حبشی بے تاب ہو جاتے اور فراقِ رسول میں بے آب و گیاہ مچھلی کی طرح تڑپتے، رسول اللہ ﷺ کے بغیر انہوں نے کبھی زندگی کا تصوّر بھی نہیں کیا تھا، لہٰذا انہیں اپنے زندہ رہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی، جب جب رحمتِ عالمیان ﷺ کے مزارِ پُرانوار پر نگاہ پڑتی، بیتے لمحوں کی یاد ستاتی اور مزید تڑپ اٹھتے۔

ایک بار انہوں نے امیر المؤمنین سیّدنا ابوبکر صدیق سے مدینہ منورہ چھوڑنے اور جہاد میں شہادت کی غرض سے جانے کی اجازت بھی چاہی، لیکن اجازت نہ ملی، پھر امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق کا دَور آیا، تو اُن سے بھی یہی درخواست کی، حضرت سیّدنا عمر فاروق نے روکنے کی کوشش کی، لیکن سیّدنا بلال حبشی تیار نہ ہوئے اور اجازت لے کر ملک شام کی طرف جہاد کی غرض سے روانہ ہو گئے۔(۱۶)

حضور ﷺ کے حکم سے روضۂ انور پر دوبارہ حاضری

حضرت سیّدنا بلال کو ملک شام میں گئے ہوئے جب ایک طویل عرصہ گزر گیا اور آپ واپس لوٹ کر مدینہ منورہ نہ آئے،

تب ایک بار رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’مَاهَذِهِ الجَفْوَةُ يَا بِلَالُ؟أَمَا آنَ لَكَ أَنْ تَزُوْرَنِي؟ اے بلال! یہ کیسی بے رُخی ہے؟ کیا ہم سے ملنے کو تمہارا جی نہیں چاہتا؟‘‘

اتنا سننا تھا کہ حضرت بلال تڑپ اٹھے اور رختِ سفر باندھ کر فوراً مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ کی گلیوں میں شور مچ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذّن سیّد نا بلال حبشی تشریف لے آئے ہیں، آپ سب سے پہلے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ہچکیاں باندھ کر روتے رہے، نواسۂ رسول حضرت سیّد نا امام حسن وحسین تشریف لائے تو حضرت سیّد نا بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد اور نسبت سے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور ان کی پیشانیوں پر بوسے دیئے۔

حضرت امام حسن وحسین نے اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دَور کی یاد تازہ کرنے کے لیے، حضرت سیّد نا بلال سے اذان سننے کی خواہش ظاہر فرمائی، آپ نے اذان دینا شروع کی، تو ہجر وفراق کی تازہ آگ بھڑک اٹھی، ایک کہرام مچ گیا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، یہاں تک کہ پردہ نشیں عورتیں بھی بے قراری کے عالم میں گھروں سے باہر نکل پڑیں (۱۷) حضرت سیّد نا بلال حبشی چند روز مدینہ منوّرہ میں گزارنے کے بعد واپس ملکِ شام چلے گئے۔

وصال اور تدفین

مؤذّنِ رسول حضرت سیّد نا بلال حبشی کا وِصال شریف، بیس 20 ہجری میں دِمشق میں ہوا، بوقتِ وصال آپ کی عمر شریف تقریباً تریسٹھ 63 برس تھی، آپ دِمشق کے مشہور قبرستان ’’بابِ الصغیر‘‘ میں مدفون ہیں (۱۸) سیّد نا بِلال حبشی کا مزار پُر انوار زیارت گاہِ خاص وعام ہے، عاشقانِ رسول آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوکر، آپ کے وسیلے سے اپنے عشقِ رسول میں اضافے کی دعا کرتے ہیں۔

اے اللہ! عشقِ بلالی سے ہمیں بھی وافر حصہ عطا فرما، سیّد نا بلال حبشی جیسی تڑپ اور سوز وگداز عنایت فرما، ہمیں بھی سچا پکا باعمل عاشقِ رسول بنا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی سعادت مرحمت فرما، حضرت سیّد نا بلال حبشی کے درجات بلند فرما اور کل قیامت میں ہمیں بھی ان کے قدموں میں جگہ عطا فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیب ریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِرشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقِ ونورِ عرشِ، سیّدنا ونبیّنا و حبیبناوقرّأعیُننا محمّدٍ، وعلیٰ آل وصحبہٖ أجمعین وبارَک وسلَّم، والحمد للہ ربّ العالمین۔

حوالہ جات: (۱) أُسد الغاب باب الباء، ر: 493- بلال بن رَباح، 1 / 415 ملخّصاً. (۲) المرجع نفس، ص418. (۳) تاریخ دِمشق 974- بلال بن رَباح، 10 / 434 ملخّصاً. (۴) المرجع نفس، ص436. (۵) المرجع السابق، ص436، 437، 440. (٦) سنن ابن ماجہ مقدّمة المؤلّف، فضائل بلال، ر: 150، ص35. (۷) السیر النبويّ بلال بن رباح وصبر علی التعذیب، الجزء1، ص162. (۸) مصنَّف ابن أبي شَیبہ إسلام أبي بر، ر:37744، 20 / 255. (۸) سنن الترمذي أبواب المناقب، ر:3714، ص845. (۹) حلي الأ ولياء ر:24- بلال بن رباح، ر:485، 1 / 199. (۱۰) تذیب المال تاب الُن، باب الراء، تحت ر:7951، 21 / 223. (۱۱) صحیح البخاري [باب] مناقب بلال بن رباح، ر:3754، ص631. (۱۲) صحیح البخاري تاب التہجّد، ر:1149، ص184. (۱۳) مرآۃ المناجیح نماز کا بیان، نوافل کا باب، پہلی فصل، زیرِ حدیث: 1322، 2 / 290۔ (۱۴) سنن أبي داود کتاب الصلاۃ، باب الأ ذان فوق المنار، ر: 519، ص87. (۱۵) سیر أعلام النبلاء ر: 217- بلال بن رَباح، 3 / 157 ملخّصاً. (۱٦) المرجع نفس، ص158. (۱۷) أُسد الغابۃ باب الباء، ر:493- بلال بن رَباح، 1 / 415 ملخّصاً.

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کرکے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کرکے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

سمناں سے ہند تک

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی فیض باریاں

اسلامی تاریخ کے اَوراق ایسے اَن گنت واقعات و شخصیات کے ذکر سے جگمگا رہے ہیں جن سے اشاعت دین کے کارواں کو تقویت ملی۔ ایسی لازوال شخصیات کے کارنامے آج بھی تاریخِ اسلامی کے ماتھے کا جھُومر ہیں جن کی مساعیِ جمیلہ سے دلوں کی تاریک دنیا میں تاریخی انقلاب آیا۔ دل و دماغ روشن ہوئے اور فکر کی کھیتی ہری بھری ہو گئی۔ ایسی ہی نادرِ زمن ہستیوں میں سمناں کے تاج دار وارثِ مملکتِ خداداد حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ سمناں کے تاج ور تھے ہی ساتھ ہی صحیح النسب سادات یعنی خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم و چراغ تھے۔ والد ماجد کا نام محمد ابراہیم تھا جو باوصف تاج دار بڑے نیک و تہجد گزار تھے۔ دن کے مجاہد وشب کے عابد تھے۔

والدہ ماجدہ خدیجہ بیگم (بنت خواجہ احمد یسوح) ''صائم الدہر'' اور ''قائم اللیل'' تھیں۔ شاہانہ طرزِ زندگی، آسائشوں کے انبار، شوکت و عزت سبھی کچھ ہونے کے باوجود عظیم والدین کی تربیت نے دُنیا میں رہ کر دُنیاداری سے دور رکھا۔ یہی مومن کی شانِ بے نیازی ہوتی ہے کہ اسے تخت و تاج، مال و منال، شوکت و قوت و مادیت متاثر نہیں کر سکتے۔ مخدوم پاک کے یہاں سب کچھ تھا لیکن وہ تو مردِ حق آگاہ تھے؛ اسی لیے جس کے پیچھے سبھی بھاگتے ہیں وہ ان سب کو پا کر بھی متاثر نہ ہوئے اور روحانی عظمتوں کی منازلِ شوق بہ ذوق طے کرتے رہے۔

باضابطہ علومِ دینیہ حاصل کیے، عمر کی ساتویں منزل میں ہی قرآن مقدس مع قرأت سبعہ حفظ کر لیا۔ سمناں و نواح کے دینی مراکز سے علمی تشنگی بجھائی۔ معقولات و منقولات میں مہارتِ تامہ پیدا کی۔ حرفاً حرفاً اور سبقاً سبقاً علم دین سیکھا اور کمال حاصل کیا۔

والد ماجد کے وصال کے بعد تاج ور ہوئے لیکن انھیں تو روحانی تاج دار بننا تھا، ایک شب خواب دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں، کہتے ہیں کہ ''سلطنتِ الٰہی چاہتے ہو تو بادشاہت کو خیر باد کہہ کر رختِ سفر جانب ہند باندھ لو۔'' والدہ کو حال سُنایا، اجازتِ سیاحت ہند ملی۔ یوں سلطنت کو ٹھکرا دیا۔ راہِ خدا میں سیاحت کو گلے لگایا۔ یہاں سے روحانی مدارج میں مسلسل ترقی کا مرحلۂ عرفان طے ہونا شروع ہوا۔

سیادت و سلطنت کا یہ امیں جب رُخصت ہونے کو آیا تو سمناں سے بارہ ہزار سپاہی الوداع کو ساتھ ہو لیے، جنھیں تین منزلوں پر ہی رُخصت فرما دیا۔ اسباب ساتھ تھے جنھیں آگے جا کر فقرا میں تقسیم فرما دیا، سمرقند گئے پھر اوچ میں قیام پذیر ہوئے، جہاں حضرت سید جلال الدین بخاری جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھتے ہی آپ نے مخدوم پاک سے فرمایا:

> ''عرصے کے بعد دماغ کو طالب صادق کی خوش بو نصیب ہوئی، مدت کے بعد چمنِ سیادت سے نسیمِ خراماں ہوئی، مبارک ہو! بے حد جسور فرزند آیا ہے جلدی کیجیے، میرے بھائی ''علاؤ الدین'' آپ کے منتظر ہیں، راہ میں توقف نہ کیجیے۔''

اخذِ فیض کے بعد آپ منزل بہ منزل ہوتے ہوئے دہلی آئے، پھر عازمِ بہار ہوئے، جہاں حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھایا، پھر بنگال کی راہ لی۔ اس زمانے میں پنڈوہ بنگال میں حضرت ''علاؤ الدین'' عبدالحق لاہوری کے علم و عرفان کا بڑا چرچا تھا، جن کی فیض رساں بارگاہ سے علاقۂ بنگال اسلامی تعلیمات سے جگمگا رہا تھا، اور آپ کی ایک نگاہِ کیمیا اثر سے ہزاروں دل نورِ ایمان سے روشن ہو اُٹھے تھے، آپ عرصہ سے منتظر تھے، انتظار کس کا تھا یہ اس وقت کھلا جب مخدوم پاک

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

آپ کی بارگاہ میں پہنچے اور روحانی امانتوں کے امین ہوئے۔
شیخ نے نگاہ ڈالی اور مقاماتِ معرفت کے اس عظیم منصب پر پہنچا دیا جہاں نگاہوں سے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور نظارۂ انوار وعرفان نگاہوں کا محور ٹھہرتا ہے۔ بیعت کی سعادت حاصل کی، ۱۲ رسال خدمتِ مرشد میں رہے، خرقۂ خلافت اور جہانگیر کا لقب پایا، مرشد نے خود روحانی تربیت کی۔ علامہ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''ایک دن آپ (مخدوم پاک) کمر باندھ رہے تھے۔ مرشد نے پوچھا ''کیا کر رہے ہو؟'' آپ نے فرمایا ''خدمتِ خلق کے لیے کمر کس رہا ہوں۔'' مرشد نے فرمایا ''اگر می بندی محکم بہ بند کہ ہیچ درمیاں نداری۔'' (اگر کمر کس رہے ہو تو مضبوطی سے کسو تاکہ پھر کوئی چیز درمیان میں نہ رہے) آپ نے فرمایا ''آرزوئے نفس از میاں بیروں کشیدم تا زندہ۔'' (جب تک زندہ ہوں نفس کی آرزوؤں کو دور ہی رکھوں گا)

مرشد کی اجازت سے سیاحت کے اگلے دور کا آغاز کیا۔ دلوں کی صفائی اور ستھرائی فرماتے رہے۔ جون پور گئے، محمد آباد گہنہ گئے، نواحِ اودھ میں بھی دین کی اشاعت کی۔ وہ دور ایسا تھا کہ سحر وجادو کے ذریعے شرک وکفر کو رواج دیا جارہا تھا، ایسے عالم میں زمانی ضرورت کے تحت آپ نے کرامتوں کا اظہار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے، کچھوچھہ مقدسہ میں آپ نے سکونت اختیار کی۔ پھر سیاحت کا دوسرا دور شروع ہوا۔ سیاحت کے ذریعے اسلام کی اشاعت کرنے والوں نے نئی تاریخ رقم کی ہے اور عزم وحوصلہ دیا ہے، اس سفر میں حرمین، دمشق، نجف اشرف، کربلا، سمنان، ماوراء النہر، ترکستان، قندھار، غزنی، کابل، ملتان، اجودھن، دہلی، اجمیر، دکن، گجرات ہوتے ہوئے کچھوچھہ مقدسہ آئے۔ اس سیاحت میں اکابر اولیائے کرام سے فیض لیا، طالبین راہِ طریقت ومعرفت کو فیض دیا، کفر کی وادیوں میں بھٹکنے والے کتنے ہی افراد کو حق آشنا کیا۔

دورانِ سکونت کچھوچھہ مقدسہ کتنے ہی اصحابِ اقتدار کی اصلاح کی اور انھیں توبہ کی طرف مائل کیا، آپ سچے عاشق رسول تھے، جس کا اندازہ لطائف اشرفی کے مطالعہ سے ہوتا ہے، آپ کے ان ملفوظات سے شریعتِ مطہرہ پر استقامت کا جلوہ بھی سامنے آتا ہے، آج افسوس کی بات ہے کہ ولیوں سے نسبت کا دعویٰ کرنے والے بعض حلقے شریعت سے انحراف کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بعض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے بے ادب وگستاخ بھی، انھیں مخدوم پاک کی حیاتِ مبارکہ سے درس لینا چاہیے کہ آپ کا کوئی لمحہ جادۂ شریعت سے بال برابر منحرف نہ ہوا، آپ کے یہاں شریعت پر استقامت کے بعد ہی طریقت کی منزل کا پتا ملتا ہے۔

اسی درس کو گزری صدیوں میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ فضل رسول بدایونی، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی، شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی، مفتی اعظم ہندنوری نے دیا، انھیں کے مشن کو اپنانا مخدوم پاک سے محبت ونسبت کا تقاضا ہے اور اسی کی اس عہدِ قحط الرجال میں ہمیں ضرورت ہے، بقول اعلیٰ حضرت ؎

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سُراغ لے کے چلے

◆◆◆

ص ۳۳ رکا بقیہ ....

ہو گئیں، ہر ایک جلد جہازی سائز کے ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے۔

تاریخ الفتاویٰ میں یہ مجموعہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے، دوسرا علمی شاہکار قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے 1330ھ میں منصۂ شہود پر آیا، فاضل بریلوی کے خلیفہ اور جلیل القدر عالم مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے خزائن العرفان کے نام سے اس پر تفسیر حواشی تحریر فرمائے ہیں، یوں تو دنیا میں بے شمار ترجمے ہیں، لیکن فاضل بریلوی کے ترجمے کی شان ہی یہ ہے کہ اس میں عشق ہے، مستی ہے، درد ہے، تڑپ ہے اور ادب ہے، سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی مثال آپ ہے، ماشاء اللہ! آج کے ہر گوشے میں ان پر تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔

◆◆◆

از: مولانا سید محمد فرقان حسنی حسینی*

حیات سیدنا حافظ شاہ جمال اللہ رامپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلاف واخلاف

آپ کا اسمِ مبارک سیّد محمد جمال اللہ اور والد گرامی کا نامِ نامی سیّد سلطان شاہ المعروف سید روشن شاہ تھا۔ آپ کی ولادت با سعادت گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب غوث الاعظم قدس سرہ کے واسطہ سے حضرت علی مرتضیٰ تک پہنچتا ہے۔

آپ کی ولادت: 11/ربیع الاوّل 1137ھ بمطابق 28/نومبر 1724ء گجرات (پاکستان) میں ہوئی، آپ ابھی بچے ہی تھے کہ خواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر شروع سے ہی بے خودی طاری تھی۔ ؎

ہے تیرا نسب اعلیٰ اے شاہِ جمال اللہ
تو غوث کا شہزادہ اے شاہِ جمال اللہ

تعلیم وتربیت

آپ نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، سیر وسیاحت کا بہت شوق تھا، اس لیے مکمّل سپاہیانہ تربیت حاصل کر کے اپنے شوق کو درجۂ کمال تک پہنچایا اور سیر وسیاحت کرتے ہوئے دہلی تشریف لے آئے اور یہاں ایک درویش صفت عالم دین جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے اور بہت بڑے فقیہ کامل تھے، ان سے علوم متداولہ میں کامل واکمل ہوگئے، اُس زمانے میں آپ نے مجاہدۂ نفس شروع کردیا تھا اور روزانہ دو قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ آپ کے اُستادِ محترم چونکہ حضرت خواجہ سیّد قطب الدین حیدر قدس سرہ کے مرید خاص تھے، لہٰذا آپ غائبانہ طور پر اُن سے مانوس ہوچکے تھے۔ ایک رات حسبِ معمول تلاوتِ قرآن مجید کررہے تھے کہ غیب سے آواز آئی:

''اے جمال اللہ! اگر چہ تلاوتِ قرآن مجید فرقانِ حمید بہت بڑی عبادت ہے، لیکن عبادت میں لذّت وسرور اُسی وقت ہی حاصل ہوسکتا ہے جبکہ کسی شیخ سے بیعت کرلی جائے۔''

یہ سُنتے ہی آپ کی حالت دیگر گوں ہوگئی اور آپ اُفتاں و خیزاں اپنے اُستادِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خدارا مجھے جلد اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں لے چلیں اُستاد صاحب نے کہا کہ اب رات کا وقت ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ صبح چلیں گے۔ یہ سُن کر آپ کی طبیعت میں بے قراری غالب ہوگئی اور رات گزارنا مشکل ہوگئی۔ صبح ہوتے ہی اُستادِ محترم کے ہمراہ خواجہ باقی باللہ کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے کیونکہ سیّد قطب الدین حیدر بخاری اُس وقت وہاں گوشہ نشین تھے۔ شرفِ بیعت حاصل کرنے کے بعد سب کچھ چھوڑ کر پیر ومرشد کی خدمتِ بابرکت میں ہی رہنا شروع کردیا اور بارہ سال تک شیخ کی صحبت کیمیا اثر میں رہے۔ سیّد قطب الدین حیدر بھی آپ کی جدائی برداشت نہ کرسکتے تھے۔ چنانچہ جب شیخ حج مبارک کے لیے تشریف لے گئے تو آپ بھی بندرگاہ تک ہمراہ تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حکم ملا کہ حافظ سیّد محمد جمال اللہ کو خرقۂ خلافت پہنا کر یہیں سے واپس ہندوستان بھیج دو وہاں ہزار ہا لوگ اُن سے مستفید و مستفیض ہوں گے، وہاں سے واپس تشریف لاکر آپ سرہند شریف میں مقیم ہوگئے اور مجدّد کی فیوض وبرکات کی دولت سے مالا مال ہوئے، بعدازویرانئ سرہند آپ رام پور المعروف بہ مُصطفیٰ آباد تشریف لے گئے اور مستقل سکونت اختیار فرما کر خلقِ خدا کی روحانی رہنمائی خدمت فرمانے لگے، ابتدائی دور میں رام پور میں عرصہ تک نواب رام پور فیض اللہ خاں کی فوج میں سپاہی رہ کر اپنی درویشی کو چھپائے رکھا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی رامپور تشریف لاکر آپ سے ملے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ''میں گرمئ محبّت اور حرارتِ مؤدت کی طلب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔'' آپ نے شاہ صاحب کو تربور عطا فرمایا تھا، اتباعِ سُنّت کا نہایت التزام و اہتمام فرماتے تھے۔ اعمالِ ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ دل عشقِ الٰہی سے مخمور اور حُبّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چُور تھا، ایک کثیر خلقت نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ کے خلفا

آپ نے تمام زندگی مجرّدانہ بسر کی لہٰذا کوئی اولادِ نسبی باقی نہ چھوڑی البتہ رُوحانی اولاد میں سے خلفا حضرت سیدنا شاہ درگاہی رامپوری شیخ صحرائی اور شاہ محمد عیسیٰ گنڈا پُوری بہت مشہور ہوئے۔ ان کے علاوہ مُلّا فدا علی لکھنوی اور میاں سیف اللہ، قصبہ سرسی تحصیل سنبھل ضلع مراد آباد بھی آپ کے خلفا میں سے تھے۔

آپ کا وصال

آپ کا وصال 3 رصفر المظفر 29 اگست 1209ھ 1794ء کو رامپور (انڈیا) میں ہوئی اور رام پور شہر متصل محلہ باجوڑی ٹولہ جمال نگر مزار مقدس بنا جو آج مرجعِ خلائق ہے۔ قطعۂ وصال مبارک جو مزار مبارک کے جنوبی دروازہ پر کندہ ہے۔

آں شاہِ جمال قُطبِ عالم خوش رفت بجلوہ گاہِ وحدت
تاریخِ فنائے بابقائش سیرِ علم مقام حیرت 1209ھ

(حوالہ تاریخ مشائخ نقشبند صفحہ 443)

تاریخ وصال

غوث اعظم سے ان کو نسبت تھی
ان کی تصویر تھے جمال اللہ
کہئے صابر یہ ان کا سال وصال
والا تدبیر تھے جمال اللہ

میرے ماموجان قاضی شرع و مفتی اعظم ضلع رامپور مفتی سید شاہد علی حسنی جمالی رامپوری علیہ الرحمہ اپنا منظوم نذرانۂ عقیدت یوں پیش کرتے ہیں۔ ؎

سلطان ترا بابا اے شاہِ جمال اللہ
گجرات وطن تیرا اے شاہِ جمال اللہ
قرآں کی تلاوت کے دو ختم کیا کرنا
معمول تھا روزانہ اے شاہِ جمال اللہ
عرفان و ہدایت کے پیاسوں کے لئے ہر دم
جاری ہے تیرا دریا اے شاہِ جمال اللہ
تھی تین صفر اس دن اور وقتِ تہجد تھا
جب وصلِ خدا پایا اے شاہِ جمال اللہ
اس شاہد نوری پر ہے کتنا کرم تیرا
کرتا ہے تیرا چرچا اے شاہِ جمال اللہ

◆◆◆

ص ۴۶ رکا بقیہ ....

کل بھی مرکز تھا بریلی آج بھی مرکز ہے یہ
کوئی ثانی ہی نہیں اس مرکزی دربار کا
جو مرے پیارے رضا نے کردیا کردار پیش
ہو تو لائے سامنے کوئی جو اس کردار کا
محفلوں میں جب رضا کے نام کا نعرہ لگے
زرد پڑ جاتا ہے چہرہ پل میں ہر غدار کا
خواب میں ہی دیکھ لے صورت اے مرشد آپ کی
بس یہی ذوقِ تمنا ہے دلِ بیمار کا
جو رضا کی فکر سے ہٹ کر کرے کوئی کلام
نام مت لینا کسی بھی ایسے نا ہنجار کا
آپ نے شعر و سخن میں پایا تھا ایسا کمال
رنگ ہی سب سے جدا ہے آپ کے اشعار کا
آج بھی نجدی، وہابی پھر رہے ہیں در بدر
اب بھی ہے دل پر اثر کلک رضا کی مار کا
اوڑھ کر دینی لبادہ لوگ دیتے تھے فریب
آپ نے چہرہ بتایا ہے ہر اک مکار کا
لکھ کے فیضی منقبت آجاتے ہیں دربار میں
یہ طریقہ ہے ہمارے عشق کے اظہار کا

از: حافظ افتخار احمد قادری*

امام احمد رضا! ایک ادب شناس شاعر

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ سوداگران بریلی شریف کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد سے فرمایا، جملہ علوم پر دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ علم فلکیات، علم ریاضی، علم سائنس دیگر علوم پر بھی آپ بیک وقت ملکہ رکھتے تھے۔ فقہ حنفی کا مستند ذخیرہ فتاویٰ رضویہ آپ کی عدیم النظیر فقاہت کا لاجواب تحفہ ہے، ان خصوصیات کے علاوہ آپ کو نعت گوئی شعر وشاعری میں بھی امتیاز خاص حاصل تھا، آپ قادر الکلام شاعر، جلیل القدر نعت گو اور مداح رسول ﷺ بھی تھے۔

اعلیٰ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ نے نعت گوئی میں اس وقت قدم بڑھایا جب کانفرنسوں کا اتنا زور وشور سے اہتمام نہیں تھا۔ چیدہ چیدہ لوگ اسے اہمیت دیتے تھے لیکن آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جو مقام امام احمد رضا کو نعت گوئی میں حاصل ہے ایسے بہت کم نعت گو شعرا نظر آتے ہیں، آپ کے اشعار کو پڑھ کر دلوں کو اطمینان وسکون، روحوں کو تازگی، آنکھوں کو سرور ملا کرتا ہے، سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کے اشعار دلوں میں پیوست اور قاری وسامع کے جذبات کے تلاطم میں غوطہ زن ہو جاتے ہیں۔ آپ کی نعت گوئی قرآن وحدیث کی پاسدار اور شریعت کی جامع ہوتی ہے نعت گوئی کی ایک ہلکی سی جھلک قارئین ملاحظہ فرمائیں:

شب معراج حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو گزارش کی تھی، اس منظر کا نقشہ اپنے اشعار میں آپ یوں بیان کرتے ہیں ؎

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبکی روی
یوں جایئے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو

یہ دونوں اشعار بڑے ہی معنیٰ خیز ہیں ایک طرف تو امام احمد رضا کا عشق رسول ﷺ چھلک رہا ہے تو دوسری طرف گزارش جبریل کی بھرپور عکاسی ہو رہی ہے۔

آپ کے جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خان قادری رضی اللہ عنہ آپ کو ''احمد رضا'' کے نام سے پکارا کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کے عشق صادق نے یہ گوارہ نہ کیا کہ صرف احمد رضا لکھا کریں بلکہ آپ اپنے نام کے ساتھ یا پہلے اپنی غلامی کا ثبوت دیتے ہوئے ''عبد المصطفیٰ'' لکھا کرتے تھے، ایک نعت کے مقطع میں اس محبت کا اعتراف آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر یوں فرمایا:

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

اگر آپ اس شعر کے محاسن ومطالب پر صدق دل سے نظر ڈالیں تو عشق رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی بھی نظر آئے گی، نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی تمنا ہر مسلمان اپنے دل میں لیے ہوئے ہے لوگ نظم ونثر میں اس کی ترجمانی یوں کرتے ہیں:

دکھادے یاالٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولا تیری رحمت برستی ہے

انسان ہر طرح سے حج وزیارت کے لیے کوشش وجتن کرتا ہے کہ دربار گہر بار میں حاضری ہو جائے۔ ہر انسان اس سعادت سے فیروز مند نہیں ہو پاتا اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہر کام کا وقت معین ہے، امام احمد رضا اپنی نعت گوئی میں فرماتے ہیں:

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا
اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

درحقیقت یہ اشعار خود انسان کی آواز کا جواب اور اضطرابِ دل کا چین ہیں گویا امام احمد رضا نے دل کی بات کہہ دی اور وقت معین کی روشن دلیل اپنی نعت میں پیش کردی ہے۔ کوئی بھی حق شناس اس شعر سے کیسے انحراف کرسکتا ہے، بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری کی سعادت اور فریضہ حج ادا کرنے کا طریقہ آپ نے اس کا اظہار کس اعتبار سے کیا ہے قارئین ملاحظہ فرمائیں:

حضرتِ علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری رقم طراز ہیں:

''سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ نے 1295ھ 1878ء میں اپنے والدین کے ہمراہ حج ادا کیا اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ اس عارف کامل اور اہل نظر نے آپ کو پہچان لیا تھا اور مسلمانوں کو یہی درس دیتے رہے تھے کہ وہ بھی اسی نظر سے مولائے کائنات کے روضہ انور کو دیکھا کریں یعنی خود فرماتے ہیں:

حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کا عاشق رسول ﷺ ہونا ان کے مخالفین کے نزدیک بھی مسلم ہے، ایک مرتبہ آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا تھا ''خدا کی قسم! اگر میرے دل کو چیر کر دو ٹکڑے کردو تو ایک پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا پاؤ گے'' اسی لیے آپ بارگاہِ رسالت میں اپنی تمنایوں پیش کرتے تھے:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

مذکورہ بالا اشعار میں علمی و عملی محاسن نظر آرہے ہیں تو وہیں ان کی لگن عشقِ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلتی ہوئی نظر آرہی ہے، آپ جہاں متبحر فقیہ النفس مفتی، صاحب عرفان شیخ اور پچاس سے زائد علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار کتابوں کے ماہر مصنف تھے، وہیں عربی فارسی اردو کے ایک نہایت قادر الکلام اور بارگاہِ رسول ﷺ کے ادب شناس شاعر بھی تھے مگر آپ کی مذہبی و علمی حیثیت چونکہ غالب تھی اس لیے فن شاعری کا کمال پردہ خفا میں رہ گیا اور بہت سے ایسے لوگوں کو تو تاریخ نے اونچا مقام دیا جو امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے ہیں اور سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ جیسے عظیم نعت گو شاعر کو نظر انداز کردیتے ہیں، آپ کا کلام دیکھنے کے بعد ہر صاحبِ انصاف یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ آپ صرف شاعر نہیں بلکہ امام الشعرا تھے، جن پر غالب اور اقبال سے کہیں زیادہ لکھنا چاہیے تھا۔

مزید آگے شاعر اسلام جناب رشید محمود لاہور اپنا تاثر لکھتے ہیں:

''سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ جن پچاس سے زیادہ علوم کے منتہیٰ عالم تھے، ہم میں سے اکثر کو ان کے نام تک نہیں آتے ان علوم کے متعلق وہی شخص گفتگو کرسکتا ہے جو اس کے حسن وقبح کو پرکھنے کی صلاحیتوں سے بہرہ مند ہو۔ لیکن امام احمد رضا خان قادری قادر الکلام شاعر بھی تھے اور ہم میں سخن شناس، سخن فہم اور محقق حضرات کی کمی نہیں تو کیوں نہ ہو کہ ''حدائقِ بخشش'' کے شعری محاسن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اُنہوں نے ایسے سنگلاخ زمینوں میں مدحت مصطفیٰ کے پھول کھلائے ہیں مفاہیم و معانی کے وہ باب بپا کیے ہیں کہ ذوق عش عش کر اٹھتا ہے وجدان جھوم اٹھتا ہے ان کے یہاں فکر کی گہرائی ہے جذبوں کی سچائی ہے اور محاسن کی فراوانی ہے انہوں نے قلب کی واردات کو صوت وآہنگ کے قالب میں ڈھال دیا۔

نعت سنت کبریا ہے قلم وزبان کا اس راہ میں قدم رکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اس فرض سے وہی شخص بطریق احسن عہدہ برآ ہوسکتا ہے جس کی نگاہ علم دین کے تمام شعبوں پر ہو۔ جو شریعت پر پوری طرح عامل ہو جو نبی کریم ﷺ

سے سچی محبت رکھتا ہو اور ہمیں اس پہلو سے بھی امام احمد رضا خان قادری جیسا عالم با عمل نظر نہیں آتا امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ اُردو نعت گویوں کے بلا شبہ امام ہیں۔‘‘

(انتخاب اعلیٰ حضرت، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، صفحہ نمبر 04 تا 05)

مذکورہ بالا عبارت کو پڑھنے کے بعد حقائق کی روشنی میں ہر ذی علم، ذی شعور، ذی فہم، ادبا و شعرا و نقاد نے آپ کی نعت گوئی کو سراہا ہے امام احمد رضا کی بارگاہ میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے ہم جیسے لوگ کیا ان کی کما حقہ تعریف کر سکتے ہیں، شاعر ہی شاعروں کی مزاج دانی و فہم و فراست کو مان کر ان کے نعتیہ مجموعہ کو پڑھ کر بے ساختہ ان کی مدحت سرائی کرتا ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ متبحر عالم دین اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی و سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے، آپ نے اس میدان میں خوب خوب داد سخن دی آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں، اس حیثیت سے اُردو ادب میں آپ نعت گو شعرا کے سراج ہیں۔ ؎

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

(انتخاب اعلیٰ حضرت، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، صفحہ نمبر 06)

پروفیسر جامؔ بنارسی یوں رقم طراز ہیں:

’’شاعری بالذات ان کا مقصد حیات نہ تھی بلکہ یہ ذریعہ تھا اس سوز دروں کے الغاس کا جس کی آگ میں ان کا وجود معنوی سلگ رہا تھا لہٰذا ان کے قلم سے نکلے ہوئے اشعار ان کے لالہ دل پر ٹپکتے ہوئے شبنمی قطرات تھے جن کی ان کو ٹھنڈک ملتی تھی وہ خود فرماتے ہیں ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہو تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

بلا شبہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کا معراج نامہ اُردو نعتیہ شاعری میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے اس معراج نامے میں مروجہ روش سے ہٹ کر ایک نئے انداز کا گہرہ رنگ ہے جس میں سفر معراج کی روایتی تفصیل کے بجائے ایک تاثراتی فضا پورے قصیدے پر پھیلی ہوئی ہے جس میں ساز و آہنگ کا ارتعاش روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔‘‘ (انتخاب اعلیٰ حضرت، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، صفحہ نمبر 07)

اس قصیدے کا اگر آپ مطالعہ کریں گے تو بہت سے معانی و مفاہیم معرض وجود میں آتے ہیں جو عام فہم انسان کے ذہن و ادراک سے کوسوں دور ہیں، لیکن امام الکلام کلام الامام کے فصاحت و بلاغت کا شعری دنیا میں کوئی جواب نہیں کہ جس کی دنیا تمثیل پیش کر سکے یہ آپ ہی کے لیے زیبا تھا کہ آپ نے اپنے حسین انداز میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر ایسی نعت گوئی کا گلدستہ سجایا کہ اہل علم و شعرا ادبا و نقاد نے آپ کو فن شاعری کے اعتبار سے آپ کو اپنا پیشوا و امام تسلیم کر لیا، خود امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ اپنے لاکھوں سلام میں واقعہ معراج کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا خان قادری علوم و فنون کے سمندروں سے گزر کر نعت گوئی کے پل صراط پر قدم رکھتے ہیں اس لیے ان کا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے ظرف میں اتارنے کے ہنر سے پوری طرح واقفیت حاصل ہے ان کے جذبے کی بے ساختگی لفظوں کے تعاقب میں نہیں پھرتی الفاظ خود بڑھ کر اور اس جذبے کو اپنی آغوش میں لے کر ان کے فکری عمل کو فنی عمل سے ہمکنار کر دیتے ہیں امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کی نعتیہ شاعری جذبے کی پختگی کے علاوہ ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے جن کی مثال اس دور کے شعرا میں بہت کم ملتی ہے، ذیل کے شعر کی جذباتی فکری اور فنی حیثیت پر غور کیجیے ایسی سنگلاخ اور سخت زمین میں ان کی فکری رسا نے جدت و ندرت کے کتنے گوشے نکالے ہیں ؎

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک نکلی سیدھی شاخ
مانگو نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

بقیہ ص ۱۶ ر پر

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی *

امام احمد رضا! حیات و خدمات

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نسباً پٹھان حنفی مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی رحمۃ اللہ علیہ م 1297ھ، 1880 اور جدِ امجد مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ م 1282ھ، 1866 بلند پایہ عالم اور صاحب حال بزرگ تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے نعتیہ دیوان میں ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے۔ احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا۔

آپ کی ولادت باسعادت 10 شوال المکرم 1272ھ، 14 جون 1856 کو بہ مقام بریلی (یو، پی) میں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنا سنہ ولادت اس آیت سے نکالا: اولٰئك كتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه۔ (پ28-4) ترجمہ: وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔

فاضل بریلوی کا نام محمد رکھا گیا اور تاریخی نام ''المختار'' 1676ھ (1852ء) لیکن جد امجد مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''احمد رضا'' تجویز فرمایا، بعد میں فاضل بریلوی نے خود اسی اسم شریف کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں: ؎

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

تعلیم و ذہانت

اپنی فطری ذکات کی بنا پر 13 سال مہینے اور 5 دن میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی علوم عربیہ سے فراغت کے بعد ہی آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افتا کی ذمہ داریاں بھی آپ کو تفوض کر دیں۔ آپ نے اسی صغرسنی میں اپنے علم و فضل کے سبب فتوٰی نویسی کا آغاز فرمایا، مولانا ظفر الدین بہاری کے نام ایک مکتوب تحریر فرماتے ہیں:

''بحمدہ تعالیٰ فقیر نے 14 شعبان کو 13 سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور اگر زندگی رہی تو 10 شعبان 1336ھ، 1917ء کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہو جائیں گے اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔''

امام احمد رضا نے اپنی تحریر و تقریر سے برصغیر (پاک و ہند) کے مسلمانوں کے عقیدہ و عمل کی اصلاح فرمائی، آپ کے ملفوظات جس طرح ایک صدی پہلے راہنما تھے، آج بھی مشعلِ راہ ہیں، دور حاضر میں ان پر عمل کی ضرورت مزید بڑھ چکی ہے۔ چند فرامین مبارکہ ملاحظہ کیجئے، امام اہل سنّت فرماتے ہیں:

(1) ماں باپ کی مُمانعت کے ساتھ حجِ نفل جائز نہیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص182)

(2) والدین کے ساتھ حسن سلوک اعظم واجبات اور اہم عبادات میں سے ہے حتّٰی کہ اللہ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی نے ان کی شکر گزاری کو اپنے شکریہ کے ساتھ متصل فرماتے ہوئے یہ حکم دیا: "میرے شکر گزار بنو اور اپنے والدین کے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج10، ص678)

(3) اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج21، ص157)

(4) والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دُنیوی پائے گا سب اُنھیں کے طفیل (صدقے) میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال، وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا مُوجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں

رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 24 صفحہ نمبر 401)

(5) بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت وتوانائی حاصل کر لیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کئے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کروگے ویسا بھروگے۔(فتاویٰ رضویہ، ج24، ص424)

(6) عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑھ بھی جائیں تو اسے استاذ کا فیض سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹی سر پر ملتے ہیں۔(فتاویٰ رضویہ جلد 24 صفحہ 424)

(7) کسی مسلمان بلکہ کافر ذمّی کو بھی بلا حاجت شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اُسے اِیذا پہنچے، شرعاً ناجائز وحرام ہے۔(فتاویٰ رضویہ، ج23، ص204)

(8) عوام وخواص کے یہ بھی زبان زد ہے کہ بخار کی شکایت ہے، دردِ سر کی شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ نہ (کہنا) چاہیے، اس لیے کہ جملہ اَمراض کا ظہور مِنْ جانبِ اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہوتا ہے تو شکایت کیسی۔

(حیات اعلیٰ حضرت جلد 3 صفحہ 94)

اعلیٰ حضرت علمی انسائیکلو پیڈیا تھے، اعلیٰ حضرت نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں تو خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی۔ فاضل بریلوی نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی ان کی تعداد 54 سے متجاوز ہے، ہمارے خیال میں عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اس قدر علوم وفنون پر دسترس لکھتا ہو۔ پھر یہی نہیں کہ اعلیٰ حضرت نے علوم کی تحصیل کی بلکہ ہر ایک علم وفن میں اپنی کوئی نا کوئی یادگار چھوڑ دی ہے جن علوم وفن کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کو فاضل بریلوی نے خود ترک فرما دیا اور بعض اپنایا اس ترک وقبول پر موصوف علیہ الرحمۃ نے اس طرح روشنی ڈالی ہے:

''میں نے اس وقت سے فلسفہ ترک کیا، میں نے محسوس کیا کہ اس میں سوائے طمع کاری کے کچھ نہیں، اس کی ظلمت اور زنگ ایسا چھا جاتا ہے کہ دین سلب کر لیتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ سے قیامت کا خوف ہلکا ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے اپنی ذمہ داریوں پر غور کیا اور ہیئت، ہندسہ، نجوم، لوگارثمات اور فنون ریاضی سے میرا شغف اس لیے نہیں کہ اس میں مجھے محقق حاصل ہو بلکہ یہ توجہ تو محض تفریح طبع کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ اس سے وقت کے تعین اور تعدیل میں مدد ملتی ہے جس سے مسلمانوں کو نماز روزے کے اوقات کے جانچ کے لیے فائدہ مجھے تین کاموں سے دلچسپی اور لگن عطا کی گئی ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

دلچسپ مشاغل سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین کی حمایت کرنا کیونکہ ہر ذلیل وہابی آپ کی شان میں توہین آمیز کلام سے زبان درازی کر رہا ہے، میرے لیے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا اور رب کی رحمت کے بارے میں میرا یہی ظن ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق فرماتا ہوں، اس کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ وہ مفسد محض ہیں، حسب استطاعت اور اوضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔''

تصوف کی ابتدا

فاضل بریلوی 1294ھ، 1877ء میں اپنے والد ماجد مولانا نقی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ (م 1692ھ 1878ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہو کر اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے، فاضل بریلوی رحمۃ اللہ نے اپنے دیوان میں اپنے مرشد طریقت کی شان میں ایک منقبت لکھی جس کا مطلع ہے:

خوشا دے کہ دہندش دلائے آل رسول
خوشا مرے کہ کنندش فدائے آل رسول

فاضل بریلوی کو جن سلاسل وطریقت میں اجازت وخلافت حاصل تھی، اس کی تفصیل خود موصوف نے اس طرح لکھی: قادریہ برکاتیہ جدیدہ، قادریہ آبائیہ قدیمہ، قادریہ رزاقیہ، قادریہ منوریہ،

چشتیہ نظامیہ قدیمہ، قادریہ اہدلیہ، چشتیہ محبوبیہ جدیدہ، سہروردیہ فضیلہ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ، نقشبندیہ علائیہ علویہ بدیعیہ علویہ منامیہ وغیرہا مندرجہ بالا سلاسل میں اجازت کے علاوہ فاضل بریلوی کو مصافحات اربعہ کی سندات بھی ملیں جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت نے اس طرح بیان فرمائی: مصافحۃ، الحسنیہ مصافحۃ العمریہ مصافحۃ، الخضریہ مصافحۃ المنانیہ۔

مصافحات و اجازت کے علاوہ مختلف اذکار اشغال و اعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل تھی جیسے خواص القرآن اسماء الٰہیہ، دلائل الخیرات حصن حصین، حزب البحر، حزب النصر، حرز الامیرین، حرز الیمانی دعاء مغنی، دعا حیدری، دعا عزارائیلی، دعا سریانی، قصیدہ غوثیہ، قصیدہ بردہ وغیرہ وغیرہ۔ حج بیت اللہ 1323ھ، 1905ء کو فاضل بریلوی دوسری بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے، اس موقع پر ایک نظم کہی تھی جو ان کے نعتیہ دیوان میں شامل ہے جس کا مطلع یہ ہے:

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح وظفر کی ہے

اس سفر میں علمائے حجاز نے آپ کی قدر و منزلت کی جس کا بخوبی اندازہ حسام الحرمین 1324ھ، 1906ء الدولۃ المکیہ 1323ھ، 1904ء اور کفل الفقیہ 1324ھ، 1906ء وغیرہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ میں اعلیٰ حضرت کی جس قدر عزت افزائی کی گئی اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا، لکھتے ہیں:

''اہل مکہ جوق در جوق آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے بہت سے حضرات نے آپ سے التجا کی کہ ان سند اجازت مرحمت فرمائی جائے، چنانچہ ان کے اصرار کی وجہ سے ایسا ہی کیا گیا، مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس سفر میں فاضل بریلوی کے ہمراہ تھے، انھوں نے الاجازت المتینہ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اجازت طلبی کے لئے سب سے پہلے مولانا سید عبدالحی مکی، م 1332ھ، 1912ء تشریف لائے ان کے ہمراہ ایک جوان صالح شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم تھے، دونوں حضرات کو سند اجازت مرحمت فرمائی، ان کے بعد مولانا شیخ صالح کمال، م 1325ھ، 1907ء اور بعض دوسرے اہل علم آئے اور اجازت سے مشرف ہوئے، مولانا سید اسماعیل خلیل تشریف لائے۔

چنانچہ موصوف کو اور ان کے بھائی سید مصطفےٰ خلیل کو اجازت مرحمت فرمائی۔ ان کے بعد شیخ احمد خضراوی تشریف لائے پھر اور لوگ بھی آنے لگے، سب کو اجازت سے مشرف فرمایا بعض حضرات رہ گئے تو ان سے وعدہ فرمایا وطن عزیز واپسی کے بعد سندات ارسال کر دی جائیں گی۔ قیام مکہ ہی کے زمانے میں شیخ عبدالقادر کردی اور ان کے صاحبزادے شیخ فرید اور سید محمد عمر کو بھی اجازت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد فاضل بریلوی دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یہاں جس اکرام و اعزاز سے نوازے گئے۔

آثار و باقیات

فاضل بریلوی کی باقیات صالحات میں ان کی لاتعداد تصانیف و تعلیقات پچاس مختلف علوم و فنون پر ہزار کے قریب ہیں۔ مولانا رحمٰن علی نے اپنی تالیف تذکرہ علمائے ہند میں جو 1325 ہجری 1887ء میں لکھنی شروع کی فاضل بریلوی کی پچاس تصانیف کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے: اس وقت فاضل بریلوی کی عمر مبارک تقریباً 31 سال ہوگی اور 14 سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرما کر دن علمی دنیا میں قدم رکھا، اس طرح یہ 75 تصانیف تقریباً ۱۸ ر کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد 35 سال حیات رہے جب ابتدا کا یہ عالم تو انتہا کیسی شاندار ہوگی 1323ھ میں جب آپ دوسری بار زیارت حرمین شریفین حج کے لئے تشریف لے گئے اپنی تصنیفات کی تعداد 200 تحریر فرمائی ہے۔

اس وقت آپ کی عمر 41 سال ہوگی، اس قدر تصانیف کے علاوہ فاضل بریلوی نے مختلف علوم و فنون کی تقریباً 80 کتابوں پر تعلیقات و حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ اس سارے علمی سرمایہ کے علاوہ آپ کا فقہی شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے، 1324ھ تک فاضل بریلوی نے اس کی سات مجلدات کا ذکر فرمایا ہے جو بعد میں 12 مجلدات تک پہنچ گئیں اور جن میں 5 شائع بھی بقیہ ص ۲۵ ر پر

احوال قوم وملت

از: مفتی جاوید اختر رضوی*

ہمارا عمل! حسینی یا یزیدی؟

ماہ محرم الحرام میں بہت سے مسلمانوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی عقیدت میں جانے ان جانے میں کچھ ایسے ناجائز کاموں کی عادت بنالی ہے جن کی شرعاً اجازت نہیں دی جاسکتی۔ عموماً دلوں پر خوش نما بدعتوں کی محبت کا غلبہ ہونے کے سبب حالات اگرچہ مایوس کن ہو گئے ہیں مگر آج بھی بہت سے ایسے دین کا درد رکھنے والے لوگ موجود ہیں جو جذبات میں آکر گالی بازی اور ہنگامہ خیزی کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے غور وفکر کرتے ہیں۔ کسی چیز کے جائز و ناجائز قرار دینے میں اپنی طبیعت کو معیار بنانے کے بجائے، شریعت مطہرہ کی کسوٹی پر اسے رکھتے ہیں اور جو شریعت میں ناجائز بتایا گیا ہے اس سے بچنے کی حد درجہ کوشش کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم چند شرعی باتیں مستند حوالوں کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ بالخصوص اس سلسلے میں ہم نے مجدد دین وملت، اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشادات عالیہ کو نقل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ حق وناحق خوب واضح ہوجائے۔

تعزیہ سے متعلق اعلی حضرت کا فتوی: مطلق تعزیہ داری یعنی روضۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کا صحیح نقشہ بنا کر تبرکاً مکان و دکان میں رکھنا شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ جائز ہے۔ مگر آج جاہلوں نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کرکے صدہا خرفات پیدا کرلیے ہیں جس کی بنا پر ایک جائز چیز ناجائز ہوگئی، کیوں کہ اوّلاً تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر سال نئی تراش وخراش، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر نگر نگر ڈگر ڈگر گھمانا، جھک جھک کر اس تعزیہ کو سلام کرنا، مشغولِ طواف ہونا، سجدہ کرنا، عورتوں کا تعزیہ دیکھنے نکلنا اور پھر ان مایۂ بدعات کو امام حسین کا جلوہ گاہ سمجھ کر فاتحہ پڑھنا، اس کے اردگرد تعظیماً ننگے پاؤں چلنا، حاجت رواں جاننا اور اخیر میں پانی میں غرق کردینا یا زمین میں دفن کردینا، یہ سب ناجائز وگناہ ہیں۔ اگرچہ شرک نہیں۔

(ملخصاً فتاوی رضویہ، ج:۹/ ۲۴، ص: ۵۱۲/ ۳۵، مکتبہ: رضا اکیڈمی ممبئی)

تعزیہ سے متعلق حضور صدر الشریعہ کا قول: تعزیہ داری کے سلسلے میں کہیں تخت وضریح بنائے جاتے ہیں اور کہیں علم وشدے نکالے جاتے ہیں۔ ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں، تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے، آگے پیچھے ہونے میں جاہلوں کی طرح جھگڑتے ہیں، تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں، ہار، پھول اور ناریل چڑھاتے ہیں، وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں۔

تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں، ایک پر سبز غلاف اور دوسرے پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں۔ سبز والی کو امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر اور سرخ والی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں فاتحہ دلواتے ہیں، یہ تصور کرکے کہ امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہۂ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔ پھر یہ تعزیہ دسویں محرم کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے، پھر تیجہ، دسواں چالیسواں کیا جاتا ہے، کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں۔ حضرت قاسم بی اے کی مہندی نکالتے ہیں۔ اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں کوئی پیک بنتا ہے جس کے کمر میں گھنگھرو بندھے ہوتے ہیں (جو ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے) تعزیہ نکالنے کے وقت بعض سنی حضرات بھی مرثیہ پڑھتے ہیں جس میں غلط واقعات نظم

کیے جاتے ہیں: یہ سب از روے شرع ناجائز و گناہ ہیں۔
(ملخصا، بہارشریعت، ج:۴،ص:۴)

اعلیٰ حضرت کا قول غافلوں کے لیے: جو شخص مروجہ تعزیہ داری (دور حاضر میں جس طریقے پر تعزیہ داری ہوتی ہے) کو نا جائز بتائے اور اس بنا پر لوگ اسے کافر یا مرتد قرار دیں تو یہ سخت گناہِ کبیرہ ہے اور ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ تجدیدِ اسلام و نکاح کریں۔ (ملخص فتاوی رضویہ، ج:۲۴،ص:۵۰۱)

تعزیہ کا ڈھانچہ مسجد میں رکھنا کیسا ہے؟ تعزیہ کا ڈھانچہ مسجد میں رکھنا حرام و گناہ ہے، چاہے نیچے کی منزل میں رکھیں یا اوپر کی، مسجد کشادہ ہو یا تنگ کہ مسجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "مساجد تو ذکر الٰہی اور نماز و تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔" (الصحیح مسلم، جلد:۱، باب وجوب غسل البول)

تعزیہ کے چڑھاوے کا حکم: فتاوی رضویہ (ج: ۲۴، ص: ۵۲۴) میں ہے: امام حسین رضی اللہ عنہ کی نیاز تبرک ہے، اسے کھانی چاہیے لیکن تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگر چہ حرام نہیں ہوتا مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر نا جائز شرعی کی وقعت بڑھانی اور اس کے ترک میں اس سے نفرت دلائی ہے، لہٰذا نہ کھائی جائے۔ نیز اس میں ہے: فاتحہ جائز ہے روٹی، شیرنی، شربت وغیرہ کی، چاہے جس پر ہو مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے فاتحہ دلانا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کو سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ (بلکہ گھروں میں فاتحہ دلوانی چاہیے) جو خرافات عشرۂ محرم میں کی جاتی ہیں ان کی منت ماننا کیسا ہے؟ بہت سے لوگ تعزیہ رکھنے، اس میں پیسے خرچ کرنے یا پیک بننے کی منت مانتے ہیں کہ پانچ دس برس تک ایسا کریں گے، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ اگر ان منتوں کو پورا نہ کیا جائے تو کوئی آفت آ جائے گی یا بچہ مرجائے گا وغیرہ۔ (یاد رکھیں!) یہ سب لغو خیالات ہیں، حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ایسی منت ماننی ہی نہیں چاہیے اور اگر مان لی تو پوری نہ کرے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: معصیت کی منت نہیں ہوتی۔
(فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص: ۴۹۳/ ۴۹۴)

اسی طرح طواف تعزیہ کی منت ماننا جائز نہیں بلکہ منت روزہ رکھنے، نماز، قرآن، درود، کلمہ شریف پڑھنے یا فقیروں کو کھانا، کپڑا یا پیسہ دینے کی ماننی چاہیے کہ یہ شریعت میں پسندیدہ اور محبوب امر ہے۔ ۱۰/ویں محرم کو سرخ، سبز اور سیاہ کپڑوں کا حکم: عشرۂ محرم میں تین رنگ کے لباس اہل بدعت پہنتے ہیں، ان تینوں سے بچنا چاہیے۔ (۱) سرخ یا گلابی کہ یہ خوارج دشمنان اہل بیت (ناصبی) اخبار مسرت کے لیے پہنتے ہیں۔ (۲) سیاہ: اس کو روافض پہنتے ہیں۔ (۳) سبز یا دھانی: یہ تعزیہ داروں کا شیوہ ہے۔ ہاں! اگر کپڑا مختلف رنگ کا ہو تو کوئی حرج نہیں۔
(ملخص فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۹۷)

۱۰/ رویں محرم میں روٹی نہ پکانا، جھاڑو نہ دینا، کپڑا نہ اتارنا کیسا ہے؟ بعض گھروں میں ۱۰/ رویں محرم کو نہ جھاڑو دیے جاتے ہیں، نہ چولہے جلائے جاتے ہیں، نہ کپڑے بدلے جاتے ہیں اور غسل کے سلسلے میں بھی طرح طرح کے من گڑھت رسوم کہ فلاں فلاں وقت نہیں نہانا چاہیے- اور شروع کے دس دنوں تک نئے کپڑے نہیں پہنے جاتے، اسی طرح ان ایام میں مچھلی، کبوتر اور مسور کی دال بھی نہیں پکائے جاتے۔ یہ سب جاہلانہ خیالات ہیں، جن کا اعتقاد رکھنا از روے شرع درست نہیں بلکہ جہالت و حماقت ہے۔ (ملخصاً فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۸۸)

محرم اور صفر میں شادی کرنا کیسا ہے؟ بعض جاہلوں میں مشہور ہے کہ محرم الحرام اور صفر المظفر کے مہینے میں شادی بیاہ کرنا، نئے کپڑے پہننا، نیا کام شروع کرنا منع ہے، یہ بالکل غلط اور خام خیالی ہے بلکہ یہ سارے امور کسی بھی مہینے میں کر سکتے ہیں (ملخصًا فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص:۴۸۸) یہی حکم لڑکی رخصت کرنے کا بھی ہے۔ نور نامہ و شہادت نامہ کتابوں کا حکم: آج کل شیعوں کی طرح سنی مسلمانوں کے گھروں میں بھی ان دونوں کتابوں کے پڑھنے کا رواج ہے، ان کتابوں میں اکثر باتیں من گڑھت قصوں، جھوٹی کہانیوں اور باطل روایات پر مشتمل ہے اس لیے ان کتابوں کا پڑھنا پڑھانا، سننا سنانا ناجائز و حرام ہے۔
(ملخصًا فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۹، ص:۵۲۵/ ۵۱۴)

احوال قوم وملت

ڈھول تاشہ بجانا یزیدیوں کا طریقہ ہے: کچھ بچے اور نوجوان یکم محرم الحرام سے دس محرم الحرام تک گلی گلی ڈھول باجے بڑے شوق سے بجاتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں: "ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت اور یاد میں بجاتے ہیں"۔ یہ بالکل ناجائز وحرام ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص:۱۸۹)

نیز یہ یزیدیوں کا طریقہ ہے، جب یزید کو معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر (مبارک) دمشق پہنچنے والا ہے تو تمام یزیدی ڈھول باجے بجا کر خوشیاں منانے لگے۔

(خطبات محرم، ص:۴۳۷)

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ، یزیدیوں کی طرح ڈھول باجے بجا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیزار کریں گے یا توبہ کر کے اللہ کی رضا حاصل کریں گے۔ مسلمانوں کی بے راہ روی: یہ ایک شرمناک حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے کے اکثر نوجوان بھائی ماتم دیکھنے بڑے شوق سے جاتے ہیں اور گھر کی عورتیں بھی شانہ بہ شانہ شامل رہتی ہیں۔ جس کی اجازت شریعت اسلامیہ قطعاً نہیں دیتی۔ اس ماتم میں غلط باتوں پر مشتمل مرثیے پڑھے جاتے ہیں، اہل بیت کی بے حرمتی و بے صبری اور جزع وفزع کا ذکر ہوتا ہے۔ اسی طرح تعزیہ دیکھنے کے لیے گھر کے چھوٹے بڑے بلکہ عورتیں تک تعزیہ گاہ کا چکر لگاتی ہیں جہاں پر نوجوان طرح طرح کے بیہودہ کھیل اور تماشے دیکھاتے ہیں، کوئی بندر کی صورت اپناتا ہے، کوئی درخت کی صورت تو کوئی شیطانوں کی طرح آوازیں نکالتا ہے، میلے لگے ہوتے ہیں، ہنسی مذاق اور مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے۔ اسی بے راہ روی میں ساری رات گزر جاتی ہے۔

یہ لہو ولعب ناجائز و گناہ ہیں۔ ہاں! لاٹھی وتلوار بازی وغیرہ جنگی آلات اور ساز وسامان کی مشق اپنے بچوں کو کرانا اور ایسے موقع پر ان کا مقابلہ و مظاہرہ کرانا برا نہیں، بلکہ اچھا کام ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں: "یہ (تعزیہ رائجہ، ڈھول، پیک بننا، تعزیہ گاہ کا گشت کرنا وغیرہ) ہمارے باپ داداؤں سے چلا آ رہا ہے اور آج کے مولانا لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب ناجائز ہے۔"

پیارے مسلمانو! ہوسکتا ہے آپ کے آباواجداد نے لاعلمی کی بنا پر ایسا کیا ہو مگر یہ بات مسلم ہے کہ ان سب سے ہرگز امام حسین رضی اللہ عنہ خوش نہیں۔ آپ خود ہی غور کریں کہ انہوں نے احیاے دین وسنت کے لیے اس دن اپنی جان نچھاور کر دی اور ہم نے اسی دن کو لغو وخرافات کا ذریعہ بنالیا ہے۔ افسوس کہ محبتِ اہل بیت کا دعوی اور ایسی بے جا حرکتیں۔

ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے ارشاد فرمایا: الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔

(پ:۷، رکوع:۱۴)

ان لوگوں سے دور رہو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنالیا اور دنیوی زندگی نے انہیں دھوکا دے دیا ہے۔ درحقیقت حسینی ہونے کی صحیح علامت یہ ہے کہ جس شریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان قربان کر دی، اس کو سینے سے لگا لیا جائے نہ کہ اس کے خلاف عمل کر کے یزیدی منصوبوں کو کامیاب بنایا جائے۔

لہٰذا حسینیوں کا طریقۂ عمل یہ ہونا چاہیے کہ اس رات شہدائے کربلا کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے قرآن کی تلاوت و دیگر ذکر و اذکار کیے جائیں محفل منعقد کر کے ان کے حالات و فضائل بیان کیے جائیں، ان کی زندگی کو اپنے لیے نمونۂ حیات بنایا جائے اور بچوں کو حسینی تعلیم و تربیت دی جائے، یہی امام حسین کے سچے عاشق ہونے کی پہچان ہے۔

◆◆◆

امام احمد رضا نمبر

ماہنامہ سنی دنیا کا ایک عظیم صحافتی کارنامہ، امام اہل سنت کی حیات وخدمات کو ایک نئے زاویئے سے پیش کرنے والا ایک دستاویزی شمارہ، صرف ۲۰۰/روپئے ادارہ کو بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

اس 8755096981 نمبر پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

غیر مستند روایاتِ شہادتِ حسین پر امام احمد رضا کی تنبیہ! ایک سرسری جائزہ

(از: غلام آسی مونس پورنوی *)

احوال قوم وملت

فتاویٰ رضویہ کی اس عبارات کو (کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایات موضوعہ اور روایات باطلہ پر مشتمل ہے۔ (فتاوی رضویہ) واقعات کربلا کے کے خلاف دلیل بنانا عقل و اصول سے جنگ کے مترادف! امت کے علمی سرمایے میں واقعۂ کربلا کو جو مقام حاصل ہے، وہ ناقابلِ انکار ہے۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف تاریخ اسلام کا نکتۂ عروج ہے، بلکہ ایمان، غیرت، وفا اور صداقت کا مینار بھی ہے۔ مگر افسوس کہ اس عظیم واقعہ کو افسانہ طرازی، جھوٹی حکایات اور عوامی جذبات کی تجارت کا ذریعہ بنانے والے بعض مصنّفین نے ایسا مکروہ کردار ادا کیا کہ اصل واقعات جھوٹے بیانوں کی دھول میں چھپنے لگے، جذباتی خطیبانہ زبان نے عقل کو معطل کیا اور تحقیق کے نام پر تحریف کا دروازہ کھل گیا۔

امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے جب اس فتنے کو محسوس کیا، تو محض تقریری وعظ کی اصلاح پر اکتفا نہ کیا بلکہ باقاعدہ ان غیر مستند، بے اصل اور جھوٹی تحریری روایات پر قلمِ تنقید اٹھایا اور فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا:

''والحاصل اکثر وہ کتابیں جو زمانۂ حال میں شہادت نامے کے نام سے مشہور اور رائج ہیں، ان میں اکثر حکایاتِ موضوعہ اور روایاتِ باطلہ ہیں، جن کا اصلی شہادتِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ تعلق نہیں، محض رقت طاری کرنے کو نقل کی گئی ہیں، نہ ان کی کوئی اصل، نہ سند۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج25، ص226، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہ تنبیہ ایک فقیہ، محدث، مصلح اور سچے عاشقِ اہلِ بیت کی طرف سے ایک زبردست علمی اعلان ہے مگر آج کے بعض نادان یا مغرض افراد، اس تنبیہ کو بنیاد بنا کر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا امام احمد رضا نے اکثر واقعات کربلا کو ہی افسانہ یا من گھڑت قرار دیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ الزام امام احمد رضا پر فکری زیادتی، بددیانتی اور تحریفی خیانت ہے۔

امام احمد رضا کی مذکورہ عبارت کا اصل تناظر اُن غیر ذمّہ دار مصنّفین پر تھا جنہوں نے شہادتِ امام حسین کے عنوان پر ایسی کتابیں تصنیف کیں، جن میں نہ روایت کا معیار دیکھا گیا، نہ اسناد کا التزام کیا گیا، نہ جرح و تعدیل کی تحقیق کی گئی اور نہ کسی مستند امامِ حدیث یا تاریخ کا قول درج کیا گیا۔ ایسی کتابیں عوامی لٹریچر کی صورت میں شہرت حاصل کر گئیں اور ان میں عجیب و غریب حکایتیں گھڑ لی گئیں، مثلاً: حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی شادی کربلا میں ہوئی، ان کا سہرا باندھا گیا اور نکاح کے بعد وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک سے نیزے پر سورۂ کہف کی تلاوت ہوتی رہی، آسمان سے نعلین مبارک نازل ہوئے، زمین و آسمان نے باہم گفتگو کی، ایک درخت نے ''یا حسین'' پکارا، آسمان سے لاشے اتارنے کے لئے فرشتے نازل ہوئے، حضرت عباس علم لے کر نہر پر گئے اور آسمان لرز اٹھا، وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام روایات خواہ کتنی ہی دل کو لگیں، عقیدت کو ابھاریں، مگر جب تحقیق کی کسوٹی پر پرکھی جاتی ہیں، تو نہ ان کا کوئی راوی ہوتا ہے، نہ سند، نہ کسی صحابی یا تابعی سے نقل، نہ محدثین کی کسی کتاب میں ذکر، نہ کسی ثقہ مورخ کی تصدیق، نہ کسی امامِ دین کا حوالہ، ان تمام حکایات کا انجام یہی ہوتا ہے کہ یہ صرف مؤلف کی نثر نگاری یا افسانہ نویسی کا کمال ہوتی ہیں، نہ دین کا حصہ، نہ تاریخ کا سرمایہ! امام احمد رضا نے ایسے تمام مصنّفین کی تحریرات کو دین میں تحریف قرار دیا، آپ کی مذمت صرف ان خطبا و واعظین تک

محدود نہ تھی جو منبر پر جھوٹ بولتے تھے، بلکہ ان سے کہیں سخت تر آپ کی تنقید ان کاتبین ومؤلفین پر تھی جو اپنی کتابوں میں تحریری جھوٹ کو دینی حقیقت کے لباس میں پیش کرتے، آپ نے فرمایا:

''ایسی حکایات جن کا نہ کوئی راوی، نہ کوئی سند، نہ کسی ثقہ مؤرخ کی تصدیق اور نہ اصولِ روایت سے کوئی مطابقت، ان کو بیان کرنا ناجائز، سننا گناہ اور ان پر ایمان لانا فسادِ عقیدہ ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج25، ص228)

یہ کلمات کوئی رائے نہیں بلکہ ایک عظیم الشان شرعی فتویٰ ہے، جو ہر اس جھوٹی حکایت پر پڑتا ہے جو تحقیق سے محروم ہو، امام احمد رضا کی اس تنبیہ کو افسانہ گوئی کے خلاف علمی جہاد قرار دینا چاہیے، نہ کہ یہ کہنا کہ آپ نے اصل واقعاتِ کربلا پر سوال اٹھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا نے واقعاتِ کربلا کی وہ روایات نہ صرف تسلیم کیں بلکہ ان کو بیان کرنے کو ایمان کا تقاضا قرار دیا جو ائمۂ اہلِ بیت، تابعین اور ثقہ محدثین ومؤرخین سے مروی ہیں، جیسے: امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق رحمہم اللہ؛ امام شعبی، امام ابن سعد، امام طبری، امام سیوطی، امام مناوی، امام ابن عساکر، امام قرطبی، علامہ بلقینی وغیرہم؛ ان سب کی کتب میں موجود وہ روایات جن کی سند، اصل، اور علمی قدر ومنزلت مسلم ہے، امام احمد رضا نے ان سے استدلال کیا، ان کو نقل کیا، ان کو شرفِ قبول دیا اور ان کے منکرین کی تردید کی۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

''قُتِلَ الْحُسَيْنُ مَظْلُومًا صَابِرًا رَاضِيًا بِقَضَاءِ اللهِ، وَمَنْ أَنْكَرَ ظُلْمَهُ فَقَدْ أَنْكَرَ بَدِيهِيَّاتِ الدِّينِ۔ (الصواعق المحرقہ، ص117) یعنی: امام حسین رضی اللہ عنہ مظلوم ہو کر، صبر کے ساتھ اور اللہ کے فیصلے پر راضی ہو کر شہید کیے گئے اور جو ان کی مظلومیت کا انکار کرے وہ دین کی بدیہی حقیقتوں کا انکار کرتا ہے۔''

امام سیوطی لکھتے ہیں:

''وَقَعَتْ بِالْحُسَيْنِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ مَصَائِبُ تَقْشَعِرُّ لَهَا الْجُلُودُ، وَتَذْرِفُ الْعُيُونُ مِنْ دُمُوعِهَا۔ (تاریخ الخلفاء، ص207) یعنی: امام حسین اور ان کے اہل بیت پر ایسے مصائب آئے کہ بدن کانپ اٹھیں اور آنکھیں اشک بار ہو جائیں۔''

امام احمد رضا انہی مآخذ کی بنیاد پر کربلا کے مصائب کا ذکر فرماتے ہیں، ان کو جھٹلانے والا، یا ان کی جگہ جھوٹ گھڑنے والا، نہ کاذب ہے مؤتمنِ تاریخ نہیں، آپ کی تحریرات میں اہل بیت پر ڈھائے گئے مظالم کو دین اسلام کا وقار، صبر وتسلیم کی معراج اور ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے، نہ کہ ان مظالم کو افسانہ کہا گیا ہو، جو لوگ اس واضح فرق کو نظر انداز کرتے ہیں، وہ محض عوامی جذبات کی آڑ میں علمی خیانت کے مرتکب ہیں۔

امام احمد رضا کی تحریرات تحقیق کا مینار، سند کا پیمانہ اور جھوٹ کے خلاف سیفِ قاطع ہیں، جو شخص ان تحریرات سے اپنی پسند کا مطلب نکال کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ نے شہادتِ حسین پر سوال اٹھایا، وہ جھوٹ کو امام احمد رضا کی زبان سے ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے، جو ناقابلِ معافی علمی جرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا نے فرمایا:

''اس واقعۂ عظیم کو افسانہ نہ بنایا جائے، بلکہ سند وتحقیق کے ساتھ بیان کیا جائے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج25، ص229)

جو لوگ اتنی بڑی سچائی کو نظر انداز کرتے ہیں، وہ نہ امام احمد رضا کو سمجھتے ہیں، نہ علمِ حدیث کو، نہ تاریخ کو اور نہ شہدائے کربلا کی عظمت کو، یہ لوگ فقط اپنی افسانہ پرستی کے اسیر ہیں اور ایسی افسانہ پرستی کو مذہب کا لباس پہنا کر گمراہی کو فروغ دینے کی سعی بلیغ کر رہے ہیں۔

اتنی باتوں سے اتنا تو واضح ہو ہی گیا کہ امام احمد رضا کی مذکورہ عبارت نہ اصل واقعاتِ کربلا کی نفی ہے، نہ انکار، بلکہ وہ ایک محقق، محتاط اور سند شناس عالم دین کی وہ تاریخی تنبیہ ہے جو افسانہ نویس مؤلفین، دین فروش مصنّفین اور جذبات کے سوداگروں کے لیے ایک تازیانہ ہے، جسے تا قیامت حق گوئی کا معیار تسلیم کیا جانا چاہیے۔

◆◆◆

از: مفتی محمد اختر حسین علیمی *

حق حضانت اور تبنی کی شرعی حیثیت

خالق کائنات جلّ وعلیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور مصلحت تامہ کے تحت اس عالم کو اور اس میں خلعت وجود سے مشرف ہونے والی اشیا میں سے کسی کو کن فیکون کا مظہر بنایا اور کسی کو شیئا فشیئا سے شاد کام فرمایا، جمادات ونباتات اور حیوانات کی دنیا میں غور وفکر کرنے سے عقل سلیم کو اس کی قدرت و قوت کا یقین حاصل ہوتا ہے اور پھر زبان بے ساختہ پکار اٹھتی ہے:

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

[آل عمران ۱۹۱]

اللہ جل مجدہ کی صفت خلق اور ربوبیت میں تدبر وتفکر سے اس کے وحدہ لاشریک ہونے کا اذعان ویقین اور معبود برحق ہونے کا ایقان واتقان ملتا ہے۔ اس کے فرمان عالی شان: "یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم" میں (کلمہ رب اور خلق) اسی امر کو واضح کررہا ہے؛ اسی لیے جملہ اہل ایمان اس بات پر متفق ہیں کہ حقیقت میں اشیا کی پرورش کرنے والی ہستی صرف خدا ہے۔ وہی ہر چیز کو وجود بخشتا ہے اور اسے کمال تک پہنچاتا اور باقی رکھتا ہے، فالحمد للہ رب العالمین۔

کلام عرب میں کسی شے کی دیکھ بھال، اس کی نشو ونما اور اس کو تدریجی عمل کے ساتھ کامل ومکمل کرنے کو تربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی کو اردو میں پرورش کے لفظ سے یاد کرتے ہیں، یوں ہی عربی میں لفظ حضانت کو خاص کر بچوں کی پرورش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تربیت کی تعریف کرتے ہوئے علامہ قاضی ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وھي تبليغ الشيئ الى كماله شيئا فشيئا۔ (انوار التنزیل واسرار التاویل، ص: ٦) یعنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔"

اور حضانت کا مطلب بتاتے ہوئے درمختار وردالمحتار میں فرمایا:

"الحضانة تربية الولد هذا على اطلاقه المعنى اللغوي أما الشرعي فهو تربية الولد لمن له حق الحضانة (ردالمحتار ج ٥ ص ٢٠٣) یعنی حضانت کا لغوی معنی بچے کی تربیت وپرورش ہے اور شرعی اعتبار سے جسے حق پرورش حاصل ہو اس کا بچے کی تربیت وپرورش کرنا ہوتا ہے۔"

حضانت اور تربیت صفت ربوبیت کی تجلی ہے

پروردگار عالم نے اپنی مخلوقات میں خاص کر انسان کو اپنی بعض صفات کا مظہر اور جلوہ گاہ بنادیا ہے، اس میں تربیت بھی شامل ہے؛ چنانچہ بچے کی ولادت کے بعد اب اس کی تربیت، دیکھ بھال، حفاظت، غذا وخوراک اور خورد ونوش کے ساتھ اس کے لباس وغیرہ ضروریات کی تکمیل اس کے والدین کے ذمے رکھ دی ہے اور اپنی صفت ربوبیت کے انوار وتجلیات والدین پر ڈال دیے ہیں۔

چنانچہ والدین کو اس کا پابند کیا کہ وہ بچوں کی نشو ونما کے ضروری اسباب فراہم کریں، ان کے اخلاق وعادات اور گفتار و کردار کی پاکیزگی کے لیے جدوجہد کریں، انہیں ملکات فاضلہ سے مزین اور آراستہ وپیراستہ کریں اور ان کے حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھیں، تخریبی ماحول اور تعفن زدہ سوسائٹی سے بچائیں، ایک صالح معاشرہ قائم کرنے والا قیمتی جوہر کی شکل میں اسے قوم وملت کے لیے تیار کریں۔

حق پرورش کا سب سے زیادہ حقدار کون؟

البتہ اسلام نے ان اہم ذمہ داریوں کو نباہنے کے لیے سب

* مضمون نگار دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے استاذ اور صدر مفتی ہیں۔

سے زیادہ حقدار ماں کو قرار دیا ہے چنانچہ حدیث پاک ہے:

"روي عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن إمرأة أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إن إبني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء وحجري له حواء ويزعم أبوه أن ينزعه مني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنت أحق به منه ما لم تنكحي۔

(سنن أبي داؤد، تاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ص 310) یعنی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! میرا یہ لڑکا ہے، میرا پیٹ اس کے لیے ظرف تھا اور میری پستان اس کے لیے مشک اور میری گود اس کے لیے محافظ تھی، اب اس کا باپ اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو زیادہ حقدار ہے جب تک تو نکاح نہ کرے۔"

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام اجل علامہ سعود کاسانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"الحضانة تكون للنساء في وقت وتكون للرجال في وقت والأصل فيها النساء لأنهن أشفق وأرفق وأهدى إلى تربية الصغار (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۴۵۶) یعنی حق پرورش کچھ وقتوں تک عورتوں کے لیے اور کچھ وقتوں تک مردوں کے لیے ہوتا ہے البتہ اصلاً عورتوں کا ہی یہ حق ہے کیونکہ بچوں کی پرورش کے معاملہ میں وہ زیادہ شفیق اور نرم دل اور جانکار ہوتی ہیں۔"

اسی لیے ائمہ کرام نے ارشاد فرمایا کہ بچے کی پرورش کا تمام لوگوں سے زیادہ حق ماں کو حاصل ہے، بدائع الصنائع میں ہے:

"احق النساء من ذوات الرحم المحرم بالحضانة الام لانه لا اقرب منها ثم ام الام ثم ام الاب" (ج3 ص457)

بہار شریعت میں ہے:

"بچہ کی پرورش کا حق ماں کے لیے ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی۔" (ج ۸ ص ۲۵۲)

ہاں شریعت طاہرہ نے اس مسئلہ میں مزید تفصیل کرتے ہوئے بتایا کہ اگر ماں نہیں ہے یا اس نے بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرلیا تو اب ماں کا حق پرورش ختم ہو جائے گا اور فقہائے کرام نے یہاں غیر محرم کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص نسب کے اعتبار سے بچہ کے لیے محرم نہ ہوا گرچہ رضاع کی جہت سے محرم ہو۔

چنانچہ درمختار میں ہے: "او متزوجة بغير محرم الصغير" اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"اي من جهة الرحم فلو كان محرما غير رحم كالعم رضاعا او رحما من النسب محرما من الرضاع كابن عمه نسبا هو عمه رضاعا فهو كالاجنبي۔" (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۵)

اسی کو بہار شریعت میں یوں بیان کیا گیا ہے: غیر محرم سے مراد وہ شخص ہے کہ نسب کی جہت سے بچہ کے لیے محرم نہ ہوا گرچہ رضاع کی جہت سے محرم ہو۔" (ج ۸ ص ۲۵۳)

ماں کے علاوہ اور کون حقدار ہے

ماں کے نہ رہنے یا غیر محرم سے نکاح کر لینے کی صورت میں یہ حق کسے ملے گا اس کی تفصیل کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں بتیس عورتوں کو شمار کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"اور عورتوں میں سب سے مقدم ماں ہے پھر سگی نانی پھر اس کی ماں پھر سگی دادی پھر اس کی ماں پھر اس کی بہن (الی قولہ) یہ بتیس عورتیں ہیں جب ان میں سے کوئی نہ ہو یا بوجوہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حق حضانت عصبات ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے۔"

(ج5 ص879)

حق حضانت کب ساقط ہوجاتا ہے

فقہائے کرام نے جس طرح غیر محرم سے نکاح کی صورت میں ماں سے حق حضانت کو ساقط قرار دیا ہے، یوں ہی بعض دیگر اور صورتوں میں بھی یہ حق ساقط ہو جاتا ہے، چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

قارئین کرام توجہ فرمائیں
ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کرکے مطلع فرمائیں تاکہ

"اگر وہ یعنی (ماں) مرتد ہوگئی تو پرورش نہیں کر سکتی یا کسی فسق میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بچہ کی تربیت میں فرق آئے، مثلاً زانیہ یا چور یا نوحہ کرنے والی ہے تو اس کی پرورش میں نہ دیا جائے یوں ہی ماں کی پرورش میں اس وقت بھی نہ دیا جائے جبکہ بکثرت بچہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر چلی جاتی ہے اگر چہ اس کا جانا کسی گناہ کے لیے نہ ہو۔"

(ج ۸ ص ۲۵۲)

حق حضانت کب تک رہتا ہے

کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے کہ عورتوں کے لیے حق حضانت اس وقت تک باقی رہے گا کہ بچہ خود اکیلا کھانا کھانے لگے اکیلا پانی پینے لگے اکیلا کپڑا پہننے لگے اکیلا استنجا کرنے لگے بلفظ دیگر جب بچہ کو پرورش کے لیے ان کی ضرورت نہ رہ جائے تو حق حضانت ختم ہو جائے گا، چنانچہ درمختار میں ہے:

"الحاضنة اما او غيرها احق به اي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لانه الغالب ولو اختلفا في سنه فان اكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع اليه ولو جبرا واحق بها اي بالصغيرة حتى تحيض۔" (ردالمحتار ج 5، 216)

بہار شریعت میں ہے:

"جس عورت کے لیے حق پرورش ہے اس کے پاس لڑکے کو اس وقت تک رہنے دیں کہ اب اسے اس کی حاجت نہ رہے یعنی اپنے آپ کھاتا پیتا پہنتا استنجا کر لیتا ہو اور لڑکی اس وقت تک عورت کی پرورش میں رہے گی کہ حد شہوت کو پہنچ جائے۔"

(ج 8 ص 255)

چونکہ لڑکا اور لڑکی کے حالات نشو ونما میں فرق ہوتا ہے اس لیے ائمہ دین نے دونوں کی پرورش کے لیے الگ الگ عمر متعین کرتے ہوئے لڑکے کے لیے سات برس اور لڑکی کے لیے نو برس کی عمر تک حق حضانت کو ثابت مانا ہے، فتاوی رضویہ میں ہے:

"حق حضانت لڑکے میں سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اس کے بعد عصبہ کے پاس رہے گی۔" [جلد ۵ صفحہ 8]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لڑکا کو سات سال اور لڑکی کو نو سال کی عمر ہونے تک اپنی ماں اور اس کی عدم موجودگی کی صورت میں بالترتیب دیگر مذکورہ خواتین کی پرورش میں رکھا جائے گا پھر ان کے والد کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اخراجات کس کے ذمہ ہیں

پرورش کے حوالہ سے اس حقیقت کا عیاں کرنا بھی ضروری ہے کہ اگر چہ ماں کو حق پرورش حاصل رہتا ہے تاہم بچے کے اخراجات اس کے باپ کے مال سے اور اگر بچہ کے پاس مال ہو تو خود اس کے مال ہی سے ادا کیے جائیں گے بہار شریعت میں جوہرہ نیرہ کے حوالہ سے ہے:

"نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جبکہ اولاد فقیر ہو یعنی خود اس کی ملک میں مال نہ ہو۔" (ج ۸ ص ۲۷۳)

اسی میں ہے:

"بچہ جب تک ماں کی پرورش میں ہے اخراجات بچہ کی ماں کے حوالہ کرے یا ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے اور اگر کوئی مقدار معین کر لی گئی تو اس میں بھی حرج نہیں۔" (حوالہ سابق)

حاصل گفتگو یہ ہے کہ لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی اور اس مدت میں ان کی پرورش میں جو خرچ آئے گا وہ یا تو خود ان کے مال سے یا پھر ان کے باپ کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

عورتوں کا حق حضانت ختم ہونے پر کون حقدار ہے

جب بچہ کو پرورش کے لیے خواتین کی حاجت نہ رہ جائے تو اب اس کی دیکھ بھال صلاح وفلاح اور تعلیم وتربیت کے لیے باپ حقدار ہو جائے گا، چنانچہ بہار شریعت میں ہے:

"سات برس کی عمر سے بلوغ تک لڑکا اپنے باپ یا دادا یا کسی اور ولی کے پاس رہے گا پھر جب بالغ ہو گیا اور سمجھ وال ہے کہ فتنہ یا بدنامی کا اندیشہ نہ ہو اور تادیب کی ضرورت نہ ہو تو جہاں چاہے وہاں رہے مگر بحال زمانہ خود مختار نہ رکھا جائے جب تک چال چلن اچھی طرح درست نہ ہو لیں اور پورا وثوق نہ ہو لے کہ اب اس کی وجہ سے فتنہ و عار نہ ہوگا کہ آج کل اکثر

اسلامیات

صحبتیں مخرب اخلاق ہوتی ہیں اور نوعمری میں فساد بہت جلد سرایت کرتا ہے، لڑکی نو برس کی عمر کے بعد سے جب تک کوآری ہے باپ دادا بھائی وغیر ہم کے یہاں رہے گی۔"

[جلد ۸ ص ۲۰۵-۲۰۶]

تبنی کی حیثیت شرعیہ

مسائل پرورش پر گفتگو کے درمیان یہ بحث بھی آجاتی ہے کہ بسا اوقات آدمی کسی دوسرے شخص کے بچہ کو لے کر اس کی پرورش کرتا ہے اور اپنی اولاد کی طرح اس کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہتا ہے ایسے بچے کو عرف میں منہ بولا بیٹا اور لے پالک کہا جاتا ہے اور عربی میں اسی کو متبنی کہتے ہیں، دوسری قوموں کی مانند اہل عرب میں بھی یہ طریقہ موجود تھا، حتی کہ صحابی رسول سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق کتب تفسیر وحدیث وتاریخ میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کو متبنی بنایا تھا اور لوگ آپ کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے، چنانچہ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ میں ہے:

"قال ابن عمر ما كنا ندعو زيد ابن حارثة الا زيد بن محمد۔ " (ج ۱ ص ۵۶۳)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ "زید بن حارثہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کو پسند کیا آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنی اولاد کی طرح اپنی تربیت میں لے لیا اور اپنا منہ بولا بیٹا مقرر فرمادیا یہ نزول وحی سے پہلے ہوا۔" (ج ۱۱ ص ۴۳۲)

سیدنا امام بخاری قدس سرہ نے روایت کیا:

"عن عبد الله بن عمر ان زيد بن حارثة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كنا ندعوه الا زيد ابن محمد حتى نزل القرآن : ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله۔" (صحیح البخاری ج ۳ ص 136)

حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے صاحب عمدۃ القاری فرماتے ہیں:

"في حديث علي رضي الله تعالى عنه كان من تبنى رجلا في الجاهلية دعاه الناس اليه و ورث ميراثه حتى نزلت الآية۔" (عمدۃ القاری، ج ۱۳ ص ۲۳۰)

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

"ان الرجل في الجاهلية اذا اعجبه جلد الرجل ضمه الى نفسه وجعل له مثل نصيب الذكر من اولاده من ميراثه وكان ينسب اليه فيقال فلان بن فلان، على في المدارك والكشاف فمنع الله من ذلك ونسخ ما في كان في الجاهلية۔"

(ص ۵۹۰)

اس تفصیل سے عیاں ہوتا ہے کہ گود لینے کی رسم بہت قدیم ہے، البتہ اسلام نے دیگر تمام مسائل ومعاملات اور عادات ناس میں جس طرح راہ اعتدال دکھائی اس مسئلہ میں بھی میانہ روی کا درس دیا، چنانچہ متبنی بنانا تو جائز رکھا مگر متبنی بنانے والے کو حقیقی باپ تصور کر لینا اور اسی کی طرف منسوب کر کے ولدیت کا اظہار کرنا اور حقیقی اولاد کی مثل اسے بھی میراث کا حقدار سمجھنا باطل ٹھہرایا۔

اس لیے اگر کوئی کسی بچہ کو گود لے کر اس کی پرورش کرتا ہے تو وہ نیت کے مطابق اجر بھی پائے گا مگر اس بچہ کو حقیقی اولاد کے حکم میں رکھنا ہرگز درست نہیں ہوسکتا ہے، وہ بچہ بالغ ہونے کے بعد اس آدمی اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد کے لیے پردہ وغیرہ دیگر احکام میں غیر محرم اور اجنبی ہی رہے گا اور وراثت کے طور پر وہ کسی چیز کا حقدار نہیں ہوگا، ہاں اگر آدمی اپنی زندگی میں اپنے مال سے متبنی کو کچھ دینا چاہے تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے یونہی اگر اس کے لیے اپنے تہائی مال سے وصیت کر جائے تو اس کی بھی اجازت ہے حاصل یہ کہ متبنی کتنا ہی محبوب ومرغوب اور قریبی ہو وہ حقیقی اولاد کی طرح میراث کا حقدار نہیں اور حقیقی اولاد کتنی ہی مطرود ومبغوض ہو بلکہ مجنوں اور دیوانہ ہو پھر بھی وراثت سے محروم نہیں کہ موانع ارث چار ہیں جیسا کہ سراجیہ میں ہے:

"المانع من الارث اربعة الرق وافرا كان او ناقصا والقتل الذي يتعلق به وجوب القصاص او الكفارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين۔" (ص ۱۰)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اولاد کسی طرح اولاد ہونے سے خارج نہیں ہوسکتی سوا کفر کے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور کسی طرح ترکہ سے محروم نہیں ہوسکتی سوائے موانع خمسہ معلومہ کے کہ دین مختلف ہو یا دار مختلف یا مملوک ہو یا معاذ اللہ مورث کو قتل کرے یا دونوں کا اس طرح انتقال ہو کہ معلوم نہ ہوان میں پہلے کون مرا ان کے سوا وہی حکم عام ہے: یُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔" (ج ۱۰ص ۴۸۹)

ان ارشادات عالیہ میں دور دور تک کہیں نہیں ملے گا کہ پاگل اولاد وراثت سے محروم ہوجاتی ہے، یوں ہی یہ بھی کسی کتاب میں نہ ملے گا کہ متبنی حقیقی اولاد کی طرح وراثت کا حقدار ہوتا ہے، ہاں اس کی صراحت ضرور ہے کہ منہ بولا بیٹا وارث نہیں ہوگا، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: شوہر کا بھتیجہ یا اپنا متبنی شرعا وارث نہیں۔ (ج ۱۰ص ۳۲۶)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

" تبنی کرنا یعنی لڑکا گود لینا شرعا منع نہیں مگر وہ لڑکا اس کا لڑکا نہ ہوگا بلکہ اپنے باپ ہی کا کہلائے گا اور وہ اپنے باپ کا ترکہ پائے گا گود لینے والے کا نہ یہ بیٹا ہے نہ اس حیثیت سے اس کا وارث۔" (ج ۳ ص ۳۶۵)

رہا آدھار کارڈ وغیرہ میں متبنی بنانے والے کا نام ولدیت کی جگہ پر لکھنا تو کسی دنیاوی یا دینی صحیح مصلحت کی بنا پر اس کی اجازت ہوگی لیکن یاد رہے کہ اگر منہ بولا بیٹا رضاعت وغیرہ کے سبب محرم نہیں ہے تو بالغ ہونے کے بعد وہ شرعاً اجنبی ہوگا اور اس پر اجنبی کے احکام ہی نافذ ہوں گے جو لوگ متبنی کے لیے حقیقی اولاد کی طرح بلا روک ٹوک اپنی بیوی اور جوان بچیوں سے ملنے جلنے اور گھر میں بلا جھجک آنے جانے کا معاملہ رکھتے ہیں وہ جرم شدید کے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر اس سے پیدا مفاسد سماج کے لیے بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔

رب تعالیٰ لوگوں کو عقل سلیم بخشے اور شریعت مطہرہ پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے۔

◆◆◆

ص ۴۵/ کا بقیہ

ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو کبھی کر بیٹھیں کوئی بے حیائی کا کام یا اپنی جانوں پر ظلم تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ (گناہ پر اصرار نہ کریں) ایسوں (یعنی توبۂ نصوح والوں) کے لئے جزا ہے ان کے رب کی مغفرت اور جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ [سورۂ آل عمران-۵ ۱۳۶،۱۳]

تفسیر: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا یہاں) فاحشہ سے مراد ہے کبیرہ گناہ اور جانوں پر ظلم سے مراد ہیں کبائر سے نیچے درجے والے گناہ۔ اور کلمۂ (اَوْ) یہاں معنیٰ میں (واو) کے ہے۔ یعنی (یا) بمعنیٰ (اور) ہے۔ (آیت کریمہ کی تفسیر میں مصنف نے کہا) مطلب یہ ہے کہ وہ جب صدور معصیت کے بعد اللہ کو یاد کرتے (یعنی اس کا خوف دلوں میں لاتے) تو اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور (اعتقاد رکھتے ہیں کہ) بجز اللہ کے اور کوئی نہیں ہے جو گناہ بخش سکے۔ اور وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے یعنی معاصی پر جمے نہیں رہتے اور معصیت کو معصیت ہی جانتے ہیں۔ (۴) .... جاری ■◄

حوالہ جات:

[۱] یعنی اس کی توبہ ضرور، لامحالہ قبول ہوگی۔ کیونکہ باب توبہ سے اس کا گزر جانا مقبولیت کی دلیل ہے۔ ۱۲۔ مترجم غفرلہٗ

[۲] معنیٰ یہ ہے کہ اس نشانی کے بعد کسی کافر کا ایمان نافع نہیں ہوگا۔ اسی طرح نہ کسی عاصی مسلمان کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس کو کوئی نئی طاعت نفع دے گی جو کہ اس نشانی سے پہلے نہیں کرتا تھا۔ خزائن العرفان میں لکھا ہے: "لیکن جو ایمان والے پہلے سے نیک عمل کرتے ہوں گے، نشانی کے بعد بھی ان کے عمل مقبول ہوں گے"۔ ۱۲-مترجم غفرلہٗ۔

[۳] یعنی اول تو انہیں توفیق توبہ نہیں اور بالفرض اگر کریں یا کرتے تب بھی مقبول نہیں۔ ۱۲-مترجم غفرلہ۔

[۴] غافر= بخشنے والا، غفار= بہت بخشش فرمانے والا، یعنی بندوں کی کثرت توبہ شکنی کے باوجود غضب نہیں فرماتا بلکہ ہر بار کی توبہ صادقہ قبول فرمالیتا ہے اور راضی ہوجاتا ہے۔ ۱۲-مترجم غفرلہٗ۔

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

چھتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت مصنف فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سن کر باسناد تام، بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت لائے کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باب توبہ کا ذکر فرمایا تو سن کر (حاضرین میں سے) حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کرتے ہوئے **عرض کیا**: یارسول اللہ! ما باب التوبۃ؟ توبہ کا دروازہ کیا ہے؟

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **ارشاد فرمایا**: توبہ کا دروازہ مغرب کے پیچھے ہے اس کے سونے کے دو پٹ (کواڑ) ہیں جو موتی اور یاقوت سے جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کواڑوں کا فاصلہ اتنا ہے جتنا خوب تیز رو سوار چالیس سال میں طے کر سکے۔ اور وہ دروازہ برابر اسی دن سے کھلا ہوا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پیدا فرمائی اور اس رات تک کھلا رہے گا جس کی صبح کو سورج (خلاف عادت) مغرب سے طلوع ہوگا۔ اور فرمایا ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی بندہ اللہ کے مکلف بندوں میں سے توبۂ نصوح کرے اور اس کی وہ توبہ اس دروازہ سے داخل نہ ہو۔ (۱)

(حاضرین میں سے) حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **عرض کیا**: بابی انت وامی یارسول اللہ، وما التوبۃ النصوح؟ یارسول اللہ! حضور پر میرے والدین فدا ہوں اور یہ توبۂ نصوح کیا ہے؟

حضور نے جواب میں **ارشاد فرمایا**: توبۂ نصوح یہ ہے کہ گنہگار اس گناہ پر جس میں مبتلا ہو گیا تھا نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معذرت چاہے، پھر دوبارہ ویسا کام نہ کرے۔ (اور مزید فرمایا:) اسی دن سورج اور چاند (دونوں اپنی اپنی عادت کے مطابق) اس دروازہ سے داخل ہو کر مغرب میں غروب ہوں گے اس کے بعد باب توبہ کے دونوں کواڑ بھیڑ دیئے جائیں گے۔ (یعنی دروازہ بالکل بند ہو جائے گا اس طرح کہ) دونوں کے بیچ کی جگہ بھر جائی گی۔ وہ ایسا ٹھوس ہو جائے گا کہ گویا ان کے بیچ کبھی گزرگاہ نہیں تھی (جب باب توبہ بند ہو جائے گا تو) اس کے بعد سے کسی بندہ کی توبہ قبول نہ ہوگی اور نہ مسلمان کو اس وقت میں کی ہوئی نئی نیکی نفع دے گی۔

ہاں اگر مسلمان اس وقت سے پہلے جو نیکی کرتا تھا تو بے شک اس کا عمل بدستور اسی طرح جاری رہے گا جس طرح پہلے تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے نکلتا ہے، فرمایا: يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا۔ (ترجمہ) یعنی اے نبی جس دن تمہارے رب کی ایک (خاص) نشانی ظاہر ہوگی اس دن کسی جان کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو کہ پہلے سے مؤمن نہیں تھی یا جس نے اپنے ایمان کے حالت میں (اس دن سے پہلے) بھلائی نہیں کمائی تھی۔ (۲) [سورۂ انعام-۱۵۸]

توبۂ نصوح کا معنی

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے (کتاب وسنت کی روشنی میں) فرمایا: "التوبۃ النصوح ان یتوب ثم لا یعود" توبۂ نصوح (پوری سچی توبہ) یہ ہے کہ بندہ نادم ہو کر توبہ کرے پھر اس کا اعادہ نہ کرے۔

تین لوگوں کی توبہ کبھی مقبول نہیں

اور انہی سے روایت آئی ہے، فرمایا کہ باب التوبہ ابھی کھلا ہوا ہے اور توبہ ہر ایک مکلف کی مقبول ہوتی ہے۔ ہاں **تین لوگوں** کی توبہ مستثنیٰ ہے۔ (۲) (ایک) ابلیس کی کہ وہ تو جملہ کافروں کا

سردار ہے اور (دوسرا) حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل کہ سب مجرمین کا سردار ہے اور (تیسرا) وہ جس نے کسی بھی نبی کو قتل کیا ہو۔ اور (مزید) فرمایا: باب التوبۃ، توبہ کرنے والوں کیلئے برابر کھلا ہوا ہے۔ وہ اُدھر ہے جدھر سورج ڈوبتا ہے اس کا پھیلاؤ چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے وہ بندوں پر اس وقت تک کبھی بند نہیں ہوگا جب تک سورج اپنے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع نہ ہو (یعنی وقت موعود تک ایک گھڑی کو بند نہیں ہوا نہ کبھی بند ہوگا)

''توبہ'' روزانہ کیا پکار لگاتی ہے؟

حدیث شریف:

فقیہ (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ) اپنے والد علیہ الرحمۃ سے سنکر باسناد تام بطریق اعرج حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''التوبۃ معلقۃ فی الھواء-الحدیث'' (ترجمہ) توبہ ہوا یعنی فضائے آسمانی میں معلق ہے۔ وہ رات دن بلا فتور (یعنی تھکے بغیر) مسلسل پکار پکار کر کہتی ہیں: ''مَنۡ قَبِلَنِی لَا یُعَذَّبُ'' جو مجھے اپنائے گا اسے عذاب نہیں ہوگا۔ (پھر مزید) فرمایا: وہ اسی حالت میں ہر وقت رہتی ہے سورج کے پچھّم سے نکلنے تک اسی طرح برابر کہتی رہے گی پھر جب آفتاب ایک دن خلاف عادت غروب کی جگہ سے طلوع ہوگا۔ اور وہ قرب قیامت کی بڑی عظیم نشانی ہے۔ اس وقت توبہ اٹھالی جائے گی (اور اس کا وہ اعلان موقوف ہو جائے گا۔)

توبہ ہر خیر کی کنجی اور کامرانی و نجات کا سبب ہے

نتیجہ: توان خبروں حدیثوں میں توبہ پر ابھارنا مقصود ہے۔ ان روایات میں اس بات کا صاف بیان ہے کہ:

(۱) جب بندہ (صادق و جامع شرائط) توبہ کرلیتا ہے تو قبول ہو ہی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ (قرآن شریف میں) توبہ کی طرف دعوت دے رہا ہے (پیار سے بلا رہا ہے)، فرماتا ہے:

﴿تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (ترجمہ) اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! تم سب کے سب! اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ [سورۂ نور-۳۱/کنزالایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا:) فلاح پانے (یعنی کامیاب ہونے) سے مراد یہ ہے کہ تمہیں توقع رکھنی چاہئے کہ تم اللہ کے عذاب سے نجات پالوگے اور اس کی رحمت سے کچھ حصہ تمہیں مل جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں صاف بیان فرمادیا کہ بے شک توبہ ہر خیر کی کنجی ہے بے شک توبہ میں مومن کی نجات و کامرانی ہے۔

(۲) اور یہ کہ شریعت کو جو توبہ مطلوب ہے وہ توبۂ نصوح ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توبۂ نصوح کا حکم دیا ہے (مامور فرمایا ہے نہ کہ محض اظہار پسندیدگی پر اور دعوت الی التوبہ پر اکتفا فرمایا ہو۔)

چنانچہ (دوسری جگہ) فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ [سورۂ تحریم-۸/کنزالایمان]

سچے تائب کے لئے انعام

پھر (آگے متصلاً اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے) بیان فرمایا کہ توبہ کرنے والوں کے لئے کیا کیا نوازشیں اور کرامتیں موعود ہیں؟ چنانچہ فرماتا ہے: ﴿عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (ترجمہ) یعنی (بعد توبۂ نصوح) تمہیں توقع رکھنی چاہئے کہ عن قریب تم سے تمہارا رب تمہاری خطائیں مٹادے اور تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں۔ [سورۂ تحریم-۸]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے معانی کی تعیین میں کہا) ''تکفیر سیئات'' سے مراد ہے: گناہوں سے درگزر فرمانا (اور نامۂ اعمال سے مٹادینا) اور ''ادخال جنات'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں ایسے باغات عطا فرمائے گا جن میں عالی شان بالاخانے اور محلات ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور اللہ جَلَّ ذِکۡرُہٗ نے بندوں کو خبر دی کہ وہ بکثرت توبہ و رجوع کرنے والوں کے گناہوں کے لئے بڑا غافر (۳) ہے چنانچہ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾ بقیہ ص ۴۳ پر

حق کی ضیا کہوں کہ جمالِ سنن کہوں

(از: سید خادم رسول عینیؔ، بھدرک اڑیسہ

حق کی ضیا کہوں کہ جمالِ سنن کہوں
آقا تجھے مدینے کی نوری کرن کہوں

نغمات عندلیب کہوں یا سمن کہوں
شادابِ دینِ حق کا معطر چمن کہوں

لپٹے ہیں تیرے ساتھ علوم و فنون یوں
اک فرد کیا کہوں میں تجھے انجمن کہوں

سائنس دم بخود رہی فوز مبین پر
تیری نظر کو عقل کا پاکیزہ تن کہوں

کہتی ہے میر مومن و غالبؔ کی شاعری
شاعر نہیں رضا کو سراپا سخن کہوں

ایوانِ شرک خوف سے لرزاں ہے آج بھی
میں آپ کے جلال کو باطل شکن کہوں

سیّال یوں قلم ہے کہ تحریر دنگ ہے
تیرے خیال و فکر کو گنگ و جمن کہوں

جس نے پڑھی ''حدائقِ بخشش'' وہ کہہ اٹھا
احمد رضا کو عاشقِ شاہِ زمن کہوں

مسلک ترا ہے عین رسولِ خدا کا دین
تجھ کو میں دیں کے جسم کا روحِ حسن کہوں

عینیؔ بھی تیرے مسلک حق پر ہے گامزن
خلد بریں کو اُس کا حقیقی وطن کہوں

نورِ حق میں نہانے بریلی چلیں

(از: محمد عرفان رضا قادری، نوادہ مشرکھ، چھپرہ

غمزدو! مسکرانے بریلی چلیں
نورِ حق میں نہانے بریلی چلیں

جلوۂ شاہ لانے بریلی چلیں
اپنی قسمت بنانے بریلی چلیں

اے غریبو! سنو، اے فقیرو! سنو
برکتیں گھر میں لانے بریلی چلیں

آ گیا پھر مبارک مہینہ وہی
عرس رضوی منانے بریلی چلیں

آ گیا عرس رضوی کا موسم حسیں
غنچۂ دل کھلانے بریلی چلیں

قافلے پھر بریلی کو جانے لگے
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں

قافلہ رحمتوں کا بھی آنے لگا
رحمتیں حق سے پانے بریلی چلیں

سرزمین بریلی پہ اے عاشقو!
عشق میں دل لٹانے بریلی چلیں

ہر طرف نور تم کو نظر آئے گا
جان و دل جگمگانے بریلی چلیں

بارشِ نور و رحمت میں اے سنیو!
آؤ! آؤ! نہانے بریلی چلیں

بقیہ ص ۱۸ ر پر

ذکر کرنا ہے ہمیں اس مونس و غمخوار کا

(از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

ذکر کرنا ہے ہمیں اس مونس و غمخوار کا
درس ہے جس نے دیا حب شہ ابرار کا

دولتِ مکیہ جس نے چند گھنٹوں میں لکھی
کوئی اندازہ کرے تحریر کی رفتار کا

بقیہ ص ۲۷ ر پر

مسلک احمد رضا کی شان ہیں اختر رضا

(از: مفتی محمد عطاء النبی حسینی مصباحی، نیپال

مسلک احمد رضا کی شان ہیں اختر رضا
اس لیے ہم سنیوں کی جان ہیں اختر رضا

تیری عظمت کو کیا رب نے عظیم الشان ہے
دیکھ کر جس کو سبھی قربان ہیں اختر رضا

بقیہ ص ۱۸ ر پر

از: محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

قائد ملت کا گیارہ روزہ دورۂ بہار، بنگال اور جھارکھنڈ

اپنی نوعیت کا ایک تاریخی دورہ! جس میں تقریباً ۴۰ر چھوٹے بڑے جلسوں میں شرکت ہوئی

مسلسل کئی سالوں کے انتظار کے بعد اہل سیمانچل بہار، جھارکھنڈ اور بنگال کی قسمت رنگ لائی اور جانشین تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی نے اپنے گیارہ روزہ دورے کی تاریخیں فائنل کر دیں، مرید و متوسلین اور عقیدت مندوں کے لئے عید ہو گئی، ہر طرف زوز و شور سے تقریبات کی تیاریاں شروع ہو گئیں، مقررہ مقامات اور ان کے مضافات خوشنما پوسٹرز، بینرز اور ہنڈنگس کی چمک دمک سے سج دھج گئے، سوشل میڈیا بزرگوں سے منسوب جلسوں اور کانفرنسوں کے اعلانات سے گونج اٹھا۔

اس تاریخی دورے کا آغاز بنگال کے سلی گوڑی شہر سے ۸ر اپریل ۲۰۲۵ء کو ہوا، قریب ساڑھے چھ بجے ہم دہلی سے باگ ڈوگرا ایئرپورٹ پہنچے، سیکڑوں دیوانوں کا ہجوم قائد ملت کے والہانہ استقبال کے لئے بے تاب تھا، جیسے ہی ہم وی آئی پی لاؤنج سے ایئرپورٹ کے باہر آئے، پورا ایئرپورٹ نعرہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھا، سو سے زیادہ بائیکس اور فور ویلرس کے ساتھ دیوانوں کا یہ استقبالیہ جلوس اپنے قائد و مرشد کو لے کر برادر دینی مولانا ایوب خان صاحب رضوی کے دولت کدہ پھانسی دوا موڑ کی طرف روانہ ہوا، گزرگاہیں نعرہائے تکبیر و رسالت، بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ اور قائد ملت زندہ باد سے گونجتی رہیں، چائے ناشتے کے بعد بڑی تعداد میں خواتین و حضرات داخل سلسلہ ہوئے، علمائے کرام نے خصوصی ملاقتیں کیں، یہاں سے جلسہ گاہ کے قریب جناب سرفراز صاحب رضوی کے دولت کدے پر قیام فرمایا۔

۸ر اپریل ۲۰۲۵ء ’’پیغام رضا کانفرنس‘‘، سلی گوڑی، دارجلنگ

۸ر اپریل ۲۰۲۵ء بروز منگل بعد نماز عشا تمبا جوت ماٹی گاڑا سلی گوڑی، دارجلنگ، ویسٹ بنگال میں ’’پیغام رضا کانفرنس‘‘ منعقد کی گئی، علمائے کرام اور شعرائے اسلام یکے بعد دیگرے تقریر اور نعت و منقبت سے سامعین کو محظوظ کر رہے تھے کہ قریب رات دس بجے بارش ہونے لگی، جس کے سبب بڑی تعداد میں سامعین اِدھر اُدھر ہو گئے، حضور قائد ملت قریب ۱۲ر بجے رونق اسٹیج ہوئے، دوروں میں عموماً آپ کے ساتھ ہمیشہ علمائے کرام اور مفتیان عظام کا ایک معتبر قافلہ شریک سفر ہوتا ہے، اس بار اس قافلے میں آپ کے فرزند نسبتی حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین صاحب کشمیری، راقم الحروف محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی، شاعر اسلام رفیق قائد ملت حضرت سید عبد الصمد صاحب ممبئی اور برادر دینی طاہر بھائی سری لنکا بھی تھے، سلی گوڑی سے محب گرامی مولانا اختر رضا نوری بھی ہمارے ساتھ ہو گئے اور پورے گیارہ روزہ دورے میں شامل رہے۔

قائد ملت کے رونق اسٹیج ہوتے ہی اِدھر اُدھر بکھرے سامعین بارش کی پرواہ کئے بغیر جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے لیکن بارش کے سبب پروگرام کو طول نہ دیتے ہوئے قائد ملت نے سامعین کو داخل سلسلہ فرمایا پھر ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، اس کے بعد صلاۃ و سلام اور آپ کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی، کانفرنس کی نظامت نقیب اہل سنت حضرت علامہ الیاس فیضی جھارکھنڈ نے انجام دی جبکہ حضرت مفتی محمد شاعر رضا صاحب استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی محمد احمد رضا صاحب بنگال، حضرت مولانا قاری سخاوت حسین صاحب کلکتہ اور شہر کے دیگر مخصوص علمائے کرام نے خطاب فرمایا، شہر سلی گوڑی اور قرب و جوار کے جملہ ائمہ مساجد، علمائے کرام، مفتیان عظام، حفاظ و قرائے ذوی الاحترام بھی بڑی تعداد میں تشریف فرما تھے۔

دوسرے دن ۹/اپریل کو قیام گاہ سے مغرب کے بعد سیدھے اشرف المساجد اشرف نگر سلی گوڑی تشریف لے گئے، جہاں سیکڑوں لوگوں کو داخل سلسلہ فرمانے کے بعد آپ نے ایک عمدہ خطاب فرمایا، صلاۃ وسلام اور دعا کے بعد آپ نے راقم الحروف کے بھانجے محمد اشرف علی کے جیم میں دعا فرمائی اور چیک پوسٹ نیمبو بستی مسجد میں تشریف لے گئے، یہاں بھی لوگ بیعت بڑی تعداد میں بیعت ہوئے، اس کے بعد حضور قائد ملت نوری جامع مسجد گاندھی نگر بھانونگر تشریف لے گئے، یہاں بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، پھر شوکت بھائی کہ کے دولت کدے پر تشریف فرما ہوئے، یہاں بھی عاشقان اعلیٰ حضرت کی ایک بھیڑ داخل سلسلہ ہوئی، دراصل بارش کے سبب لوگوں کی ایک بڑی تعداد چاہ کر بھی رات کے جلسے میں شرکت سے محروم ہوگئی تھی، اسی لئے قائد ملت نے کرم فرمایا اور مذکورہ مقامات پر تشریف لے جاکر منتظر لوگوں کو داخل فرمایا، اس کے بعد سلی گوڑی کے خوش عقیدہ مسلمانوں نے الوداع کہتے ہوئے قائد ملت کو ڈیمٹی اسلام پور کے لئے روانہ کیا۔

واضح ہو کہ پیغام رضا کانفرنس اور سلی گوڑی کے دیگر مقامات پر قائد ملت نے تقریباً ۱۰۰۰۰/ہزار فرزندان توحید ورسالت کو داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ فرمایا، اس کانفرنس کا اہتمام وانصرام جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ سلی گوڑی کے نوجوانوں نے کیا تھا جن میں مولانا ایوب خان نوری، مولانا محمد رضا نوری، مولانا شمیم اختر، مولانا محبوب رضا نوری، مولانا غلام مصطفےٰ رضوی، حافظ محمد اسلام مرکزی، محمد شاہد رضا وغیرہ کے اسما قابل ذکر ہیں۔

۹/اپریل ۲۰۲۵ء ''شفائے روح کانفرنس'' اسلام پور

۹/اپریل ۲۰۲۵ء کو شہر سلی گوڑی ضلع دارجلنگ سے ڈمٹھی اسلام پور دیناجپور کے لیے روانہ ہوئے، دھامی گچھ سونا پور دیناج پور میں عاشقان رضا نے حضرت کے لئے استقبالیہ تقریب رکھی تھی، جہاں ۳۰۰۰/کی تعداد میں لوگ مرید ہوئے، پھر رام گنج اتر دیناجپور میں اعلیٰ حضرت اور تاج الشریعہ کے عقیدت مندوں کے ایک بڑے اژدہام نے نعرہائے تکبیر ورسالت، بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ سے حضور قائد ملت کا پرزور استقبال کیا، یہ استقبالیہ پروگرام خلیفہ مفتی اعظم حضرت مفتی بشیر الدین صاحب کی صدارت اور خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب نوری کی سرپرستی میں منعقد ہوا، یہاں بھی حضور قائد ملت دام ظلہ العالی نے ۵۰۰۰/ہزار عاشقان اعلیٰ حضرت کو داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ فرمایا، یہاں سے فراغت کے بعد رات قریب ۱۲/بجے حضور قائد ملت کا قافلہ ڈمٹھی اسلام پور پہنچا۔

یہاں حضرت مفتی محسن رضا صاحب نے دارالعلوم امین شریعت اور الہادی ویلفیئر سوسائٹی ڈمٹھی اسلام پور کے زیر اہتمام ''شفائے روح کانفرنس'' منعقد کی تھی، بعد عشا ہی کانفرنس کا آغاز ہو چکا تھا، مقامی علمائے کرام کے ساتھ بیرونی خطبا اور شعرا بڑی تعداد میں مدعو تھے، جن میں حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی، حضرت مفتی شاہد رضا قادری، حضرت ابو یوسف ازہری، حضرت مفتی علاء الدین، حضرت مولانا انوار الحق، مفتی فیروز عالم مصباحی اور دیگر مقامی علما وائمہ اور حفاظ کرام موجود تھے۔

حضور قائد ملت قریب دو بجے شب رونق اسٹیج ہوئے، نعرہائے تکبیر ورسالت سے فضا گونج اٹھی، سامعین اپنے قائد کی ایک ہلکی سی جھلک پانے کے لئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے، اہل اسٹیج کی دیوانگی بھی قابل دید تھی، اکثر علما وشعرا خطاب اور نعت خوانی سے فارغ ہو چکے تھے، محدث کبیر اور حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب کے خصوصی خطاب کے بعد محدث کبیر اور حضور قائد ملت نے دارالعلوم امین شریعت سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی فرمائی، پھر قائد ملت نے لوگوں کو بیعت کیا اور ایک جامع خطاب فرمایا، پھر صلاۃ وسلام اور حضرت محدث کبیر کی دعاؤں کے ساتھ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

واضح ہو کہ یہاں مجمع اس دورے کا سب سے بڑا مجمع تھا، دور دور تک فرزندان توحید ورسالت کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، قریب ۱۰۰۰۰۰/ایک لاکھ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع رہا ہوگا، پروگرام کے کنوینر حضرت مفتی محسن رضا ہادیؔ صاحب نے اور الہادی ویلفیئر سوسائٹی ڈمٹھی اسلام کے ممبران نے سارا انتظام بہت

ہی عمدہ رکھا تھا۔

۱۰/اپریل ۲۰۲۵ء ”تحفظ ایمان وعمل کانفرنس“ سبرا مپور

تیسرے دن ۱۰/اپریل ۲۰۲۵ءکوحضورقائدملت کا قافلہ اسلام پور سے سبرامپوراتر دیناج پور کے لئے روانہ ہوا، راستے میں جھنگا کٹھ، بہادرگنج، کشن گنج بہار پڑتا ہے، یہ علاقہ کسی زمانے میں سنیت پر گامزن تھا، لیکن پچھلے ۱۰-۱۵/سالوں سے یہاں سنیت کی لہلہاتی کھیتی کودیوبندیت وہابیت کا کیڑا نقصان پہنچانے لگا ہے، دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے یہاں حضرت مفتی عابدحسین صاحب نوری کی خدمات قابل ذکر ہیں، انھوں نے یہاں ضمنی طور پر ”سرکارتاج الشریعہ کانفرنس“ کا اہتمام کررکھا تھا، مختصروقت میں قریب ۱۰۰۰۰/ہزارلوگوں کا ایک بڑامجمع حضور قائدملت کی دیداوران سے بیعت کے مقصد سے منتظر تھا۔

جیسے ہی قائدملت کی گاڑی پرلوگوں کی نظر پڑی، ایسالگا جیسے مردہ سنیت میں جان آگئی ہو، دور ہی سے لوگ نعرہائے تکبیرو رسالت، نعرۂ تاج الشریعہ اورقائدملت زندہ باد کے شور سے پورا علاقہ گونجنے لگا، حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری کا مختصر خطاب ہوا پھر حضورقائدملت نے لوگوں کو بیعت کیا اور ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، جس میں آپ نے لوگوں کو دین وسنیت پر سختی سے قائم رہنے اور مکمل طور پراحکام شریعت پرعمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی، اس کے بعد صلاۃ وسلام اور آپ کی دعاپرمحفل کا اختتام ہوا، اس کے فوراً حضورقائدملت کا قافلہ سبرامپور کے لئے روانہ ہوا، اس موقع پرحضورقائدملت نے حضرت مفتی عابدحسین نوری کوسلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

رات قریب ساڑھے گیارہ بجے ہم سبرامپور پہنچے، تھوڑی دیر میں ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، جس سے جلسہ گاہ جل تھل ہوگیا، پھر مجبوراً ”تحفظ ایمان وعمل کانفرنس“ کوجامعہ نوریہ گلشن زہرا کے صحن میں منتقل کیا گیا، حضرت مفتی ڈاکٹرشہریار رضا صاحب، ڈاکٹرغلام جابرشمس مصباحی صاحب، حضرت مفتی عابد حسین صاحب نوری، حضرت مفتی عارف حسین صاحب رضوی نے خطاب فرمایا، گوکہ بارش کے سبب پروگرام میں عوام کی بھیڑ کم رہی لیکن خواص اور علاقے کے نامور علماوشعرائے اسلام اور ائمۂ وحفاظ کرام نے بڑی تعداد میں شرکت کی، قریب دو بجے شب حضورقائدملت اپنے قافلے کے ساتھ رونق اسٹیج ہوئے، نعرہائے تکبیرورسالت سے دیوانوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے قریب ۳۰۰۰/ہزار جامعہ نوریہ گلشن زہرا کی طالبات اور سامعین کوداخل سلسلہ فرمایا، پھرصلاۃ وسلام اورآپ کی دعاؤں پرمحفل اختتام پذیر ہوئی۔

اس کانفرنس کا اہتمام وانصرام خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مجاہدالاسلام صاحب بانی جامعہ نوریہ گلشن زہرانے کیا تھا، اطراف وجوانب میں دین وسنیت کے حوالہ سے موصوف کی خدمات لائق تحسین اورقابل تقلید ہیں، آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا اختر رضانوری نے (جودبئ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں) بھی علاقے کے علمائے کرام کو باہم مربوط کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔

۱۱/اپریل تنظیم المسلمین بائسی، سرکارغوث اعظم کانفرنس دھنگواں

چوتھے دن ۱۱/اپریل ۲۰۲۵ء بروز جمعہ سبرامپور سے بعد مغرب قائدملت کا قافلہ بائسی کے لیے نکلا، راستے میں ضمیرہ نامی محلے کی مسجد میں کم وبیش ۵۰۰۰/ہزارافرادکومرید کرتے ہوئے ڈاکٹرغلام جابرشمس مصباحی کی خواہش پرنالج سٹی کے لیے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کرقائدملت نے اس کی تعمیروترقی کے لئے دعائیں فرمائیں، اس کے بعد جامعہ نوریہ برکات العلوم دولت پوردالکولہ پہنچے، یہاں بھی قریب ۳۰۰۰/دیوانوں کا اژدحام منتظر تھا، حضرت نے سب کوداخل سلسلہ فرمایا، اس کے بعدقائدملت کا کارواں تنظیم المسلمین بائسی کی طرف رواں دواں ہوا، قریب دس بجے حضرت اسٹیج پررونق افروز ہوئے، مشتاقانِ دید کی دیوانگی قابل دید تھی، ایک اندازے کے مطابق یہاں قریب ۲۵۰۰۰/ہزار سے زائد شیدائیانِ اعلیٰ حضرت کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا، یہاں حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب نے ایک پرمغز خطاب فرمایا، جسے عوام وخواص نے خاصہ پسند کیا، اس کے بعد حضورقائدملت نے حاضرین کوداخل سلسلہ فرمایا، پھراپنے مخصوص انداز میں خطاب

فرمایا اور احباب کی خواہش پر حضور تاج الشریعہ کا انقلاب آفریں کلام ”زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے“ ترنم میں پڑھا جسے سن کر اہل اسٹیج اور سامعین سن جھوم جھوم اٹھے، پھر صلاۃ وسلام اور آپ کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

پروگرام کے اختتام پر حضرت اپنے ڈرائیور محسن رضا کے گھر سمل باڑی تشریف لے گئے، یہاں جامعۃ الرضا کے ایک طالب علم کے گھر بھی جانا ہوا، اس کے بعد پن سدرہ میں افسر بھائی کے یہاں عشائیہ تناول فرمایا، یہاں سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے باورچی خورشید بھائی کے گھر ڈمرا تشریف لے گئے، یاد رہے کہ ان سبھی جگہوں پر ۳۰۰۰/ہزار سے زائد لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا، اس کے بعد قائد ملت کا قافلہ دھنگواں کٹیہار کے لئے روانہ ہوا۔

رات قریب دو بجے حضور قائد ملت کا قافلہ دھنگواں کٹیہار سیدھے اسٹیج پر پہنچا، قریب ۵۰۰۰۰/ہزار کا کثیر مجمع مکمل ہمہ تن گوش ہوکر علمائے کرام کا خطاب سن رہا تھا، یہاں بھی حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کا ایک جامع خطاب ہوا، پھر حضور قائد ملت نے حاضرین کو بیعت کیا اور خطاب فرماتے ہوئے آپ نے لوگوں کو دین وسنیت پر سختی کے ساتھ قائم ودائم رہنے کی تلقین فرمائی پھر صلاۃ وسلام اور آپ کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔

مقامی اور بیرونی علمائے کرام میں حضرت مولانا مفتی عمران حنفی مرادآبادی، حضرت مفتی شہر یار رضا پورنیہ، حضرت مفتی نعیم اختر صاحب الہ آبادی، حضرت قوسین رضا صاحب دھنگواں، حضرت مفتی نوازش رضا مرکزی، حضرت مولانا رئیس القادری، شاعر اسلام حسن رضا اطہر، ضیاء یزدانی، اختر پرواز نعیمی وغیرہ صاحبان نے شرکت کی، منتظمین محمد خطیب اعظم، محمد سہیم اختر، محمد مہتمم رضا اور محمد شمیم اختر وغیرہ نے جی جان سے محنت کر پروگرام کو کامیابیوں سے ہمکنار کیا۔ یہاں سے حضور قائد ملت کا قافلہ برادر دینی الحاج سیٹھ عبد الباری صاحب رضوی کے دولت کدے پر شیخ پورہ کٹیار پہنچا، قائد ملت نے یہاں ۱۲/اپریل سے ۱۵/اپریل کی مغرب تک قیام فرمایا، یہیں سے آپ جلسوں میں شرکت کے لئے جاتے اور واپس یہیں تشریف لے آتے تھے۔

۱۲/اپریل ۲۰۲۵ء ”تعلیمات امام احمد رضا کنونشن“ پورنیہ بہار

پانچویں دن ۱۲/اپریل ۲۰۲۵ء بروز سنیچر حضور قائد ملت کا قافلہ شیخ پورہ کٹیہار سے پورنیہ کے لئے روانہ ہوا، راستے میں جامعہ عائشہ رضویہ رضا نگر بستول کٹیہار میں حضرت مولانا محمد الٰہی بخش رضوی صاحب کی صدارت میں ایک ضمنی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا، جہاں قریب ۵۰۰۰/ہزار دیوانگان اعلیٰ حضرت اور محبان تاج الشریعہ جانشین تاج الشریعہ سے بیعت کے لئے منتظر تھے، حضور قائد ملت نے لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا پھر فکر آخرت اور عقائد واعمال کی اصلاح پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، اس پروگرام کے لئے حضرت مولانا جاوید آسی صاحب اور حضرت مولانا عبد الخالق صاحب رضوی اور احباب نے کافی تگ ودو کی۔

یہاں سے آپ آگے بڑھے تو مولانا عمران رضا مرکزی اور مولانا غلام غوث مرکزی صاحبان کی خواہش پر جامعہ رضویہ تیغیہ روح العلوم، رضا نگر اسلام پور کٹیہار بھی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے گئے، یہاں بھی قریب ۱۰۰۰/افراد محفل میلاد سجائے آپ کے منتظر تھے، آپ نے سب کو داخل سلسلہ فرمایا اور ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھ کر جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ پورنیہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

مادھو پاڑہ پورنیہ میں نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ خلیفۂ حضور قائد ملت وحضور محدث کبیر حضرت مفتی ڈاکٹر محمد حسن رضا مصباحی قادری بانی وصدر جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ و فضل امام احمد رضا مسجد کی صدارت میں ”تعلیمات امام احمد رضا کنونشن“ منعقد تھی، رات قریب ۱۲/بجے حضور قائد ملت رونق اسٹیج ہوئے، عاشقان رضا نے والہانہ انداز میں آپ کا شاندار استقبال کیا، مفتی شہر یار صاحب کے خطاب کے دوران ہی بارش ہونے لگی، اس لئے بسرعت حضور قائد ملت نے ۲۰۰۰۰/ہزار سے زائد حاضرین کو داخل سلسلہ فرمایا، ادارے کی تعمیر وترقی کی دعا، عوام اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہنے اور بد مذہبوں سے بچنے کی تلقین فرمائی، پھر صلوٰۃ وسلام اور آپ کی

دعاؤں پر جلسہ کا اختتام ہوا، کنونشن میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ایک انتہائی اہم ترین رسالہ ’’تدبیر فلاح ونجات واصلاح‘‘ ہندی میں تقسیم کیا گیا۔

مفتی حسن رضا قادری کے مطابق اس کنونشن کا آغاز بعد نماز عشا تلاوت قرآن ہوا، شعرائے اسلام کی نعت خوانی اور علمائے کرام کی عمدہ تقریریں ہوئیں، خصوصاً حضرت علامہ منظور عالم نوری صاحب، حضرت علامہ شہر یار رضا قادری صاحب نے مسلک اعلی حضرت کی حقانیت پر جھنجھوڑ دینے والا خطاب نایاب پیش فرمایا، حضرت مفتی زبیر عالم صدیقی صاحب، حضرت علامہ شمس الحق رشیدی صاحب، حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب حضرت علامہ زبیر مصباحی صاحب، حضرت مفتی صابر رضا مصباحی صاحب، حضرت مفتی مناظر حسین مصباحی صاحب، حضرت حافظ عبدالروف صاحب، حضرت مفتی عیاض کلیمی صاحب، حضرت مولانا معصوم جوہر صاحب اور ہزاروں کی تعداد میں دیگر علما و مشائخ، حفاظ، ائمہ کرام، اہل خیر حضرات اور عوام اہل سنت کی حاضری ہوئی، پورنیہ، کٹیہار، ارریہ اور نیپال سے علما وعوام خصوصی طور پر حضور قائد ملت کی زیارت اور ان کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

واضح ہو کہ جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ اور فضل امام احمد رضا مسجد کے لئے ۵۵۵۴/اسکوائر فٹ زمین وقف کرنے والے حاجی مقصود عالم صاحب اور تاجدار فہد بابو کے حق میں حضور قائد ملت نے خصوصی دعا فرمائی، اسی موقع پر آپ نے ’’فضل امام احمد رضا مسجد اور جامعہ قادریہ برکات تاج الشریعہ‘‘ کا سنگ بنیاد بھی رکھا، حضرت مفتی حسن رضا اور ان کی پوری ٹیم نے بہت ہی عمدہ اہتمام وانصرام کیا تھا، مولیٰ تعالیٰ ان کی کاوشوں کا قبول فرمائے۔

۱۳/اپریل ۲۰۲۵ء ’’تعمیر ملت کانفرنس‘‘ ملک پور کٹیہار

چھٹے دن ۱۳/اپریل کو بعد مغرب حضور قائد ملت کا قافلہ شیخ پورہ سے قادری جامع مسجد و دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ سہرول کٹیہار پہنچا، جہاں قریب ۵۰۰۰/ہزار عشاق مشتاق دید منتظر تھے، حضرت نے پہنچتے ہی سب کو بیعت فرمایا اور مختصر پند ونصیحت فرمائی، وقت کی قلت دامن گیر تھی، اس لئے یہاں سے بلاتاخیر بتھنہ باڑی کٹیہار پہنچے، جہاں ایک کانفرنس کی شکل میں کم وبیش ۱۰۰۰۰/ہزار دیوانوں کا ایک بڑا مجمع آپ کی زیارت و بیعت کا منتظر تھا، جیسے ہی حضور قائد ملت کا قافلہ یہاں پہنچا، فضا نعرہائے تکبیر و رسالت اور تاج الشریعہ سے گونج اٹھی، حضرت مفتی عاشق حسین صاحب نے اصلاح معاشرہ پر ایک ولولہ انگیز خطاب فرمایا، ہر طرف داد وتحسین کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، پھر حضور قائد ملت نے سب کو داخل سلسلہ فرمایا اور حسب عادت ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، جس میں لوگوں کو نمازوں کی پابندی، جھوٹ غیبت، بدمذہبوں سے بچنے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی، پھر صلوٰۃ وسلام اور دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

اس کانفرنس کے انعقاد میں حضرت مولانا غلام ربانی صاحب اور ان کے رفقا پیش پیش رہے۔ یہاں سے حضرت کا قافلہ ملک پور ہارٹ کٹیہار کے لئے روانہ ہوا۔

رات قریب ساڑھے ۱۲/بجے حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب رضوی کی دعوت پر حضرت ملک پور ہارٹ کٹیہار پہنچے، یہاں بھی لوگوں نے بڑے ہی والہانہ انداز میں اپنے قائد کا استقبال کیا، علما وشعرا کی تقریریں اور نعت خوانی جاری تھی، یہاں بھی حضرت مفتی عاشق حسین صاحب نے ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا، پھر حضور قائد ملت نے الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم سے فارغ ہونے والے طلبا کی دستار بندی فرمائی، قریب ۲۵۰۰۰/ہزار فرزندان توحید ورسالت نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک عمدہ خطاب فرمایا، دین وسنیت پر قائم رہنے اور بری باتوں سے بچنے کی تلقین فرمائی، نمازوں کی پابندی کا عہد لیا پھر صلاۃ وسلام اور دعا پر محفل کا اختتام ہوا، بعد فجر آپ شیخ پورہ واپس تشریف لے آئے۔

۱۴/اپریل ۲۰۲۵ء تعلیمی کانفرنس چانچل، مالدہ ویسٹ بنگال

ساتویں دن ۱۴/اپریل ۲۰۲۵ء کو شیخ پورہ ہی میں عبدالباری بھائی کے برادر اکبر حافظ محمد جہانگیر عالم صاحب کے دولت کدے پر تشریف لے گئے، یہاں قریب ۳۰۰/افراد سلسلۂ عالیہ قادریہ

رضویہ میں داخل ہوئے، اس کے بعد صابر بھائی کے یہاں بجھارا میں عشائیہ تناول فرمایا، یہاں بھی قریب ۷۰۰ر افراد سلسلہ میں داخل ہوئے، پھر یہاں سے چانچل ضلع مالدہ ویسٹ بنگال کے لئے روانہ ہوئے۔

رات قریب ۱۲ر بجے حضور قائد ملت کا قافلہ چانچل پہنچا، عاشقان رضا وتاج الشریعہ نے آپ کا زوردار استقبال کیا، بڑی تعداد میں خواتین اسلام بھی پردہ نشین تھیں، یہاں حضور قائد ملت کے حکم پر راقم نے بھی مختصرا خطاب کیا، پھر مفتی عاشق حسین کا خطاب نایاب ہوا، مفتی صاحب کے خطاب کے بعد حضور قائد ملت نے ۱۰۰۰۰ر ہزار سامعین کو داخل سلسلہ فرمایا پھر حسب معمول اصلاح عقائد واعمال پر مشتمل ایک بہترین خطاب فرمایا، اس کے بعد صلوٰۃ وسلام اور دعا پر محفل کی اختتام ہوا، پروگرام کے بعد آپ شیخ پورہ کٹیہار واپس تشریف لے آئے۔

قائد ملت کے رونق اسٹیج ہونے سے قبل حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب، حضرت مولانا فخر الدین صاحب بیر بھوم اور دیگر علمائے کرام کی تقریریں ہوئیں اور مقامی شعرائے اسلام نے نعت و منقبت کے گلدستے بھی پیش کئے، چانچل میں اس "تعلیمی کانفرنس" کا انعقاد تنظیم اہل سنت اور مدرسہ نوریہ مدینۃ العلوم کے زیر اہتمام ماسٹر فضل الرحمٰن صاحب رضوی اور ان کی ٹیم نے کیا تھا۔

۱۵ر اپریل ۲۰۲۵ء "مفتی اعظم کانفرنس" بھرت پور، مرشد آباد

آٹھویں دن ۱۵ر اپریل ۲۰۲۵ء کو رات قریب ۱۲ر بجے حضور قائد ملت کا قافلہ بھرت پور مرشد آباد پہنچا، حالات کے پیش نظر لوکل پولیس فورس بھی تعینات تھی، جس نے قائد ملت کو اپنی نگرانی میں اسٹیج تک پہنچایا، دراصل ان دنوں مرشد آباد ویسٹ بنگال کے حالات کشیدہ چل رہے تھے اس لئے منتظمین وسامعین قائد ملت کی تشریف آوری کے تعلق سے کشمکش کا شکار تھے، لیکن چونکہ قائد ملت نے وعدہ فرمالیا تھا، اس لئے آپ نے وہاں جانا ضروری سمجھا۔

حضرت مفتی شکیل بریلوی پرنسپل جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی زبیر حسین صاحب مجددی، حضرت مولانا فروز عالم رضوی، مولانا تمجید حسین رضوی اور دیگر مقامی علمائے کرام کی تقریرات کے بعد حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب کا ایک عمدہ خطاب ہوا، جسے عوام وخواص اور اہل اسٹیج نے آپ کی پرمغز تقریر کو بے حد پسند کیا، پھر حضور قائد ملت نے قریب ۱۵۰۰۰ر ہزار سامعین کو بیعت فرمانے کے بعد اپنے خطاب میں سب کو احکام شرع پر سختی سے قائم رہنے، نمازوں کی پابندی کرنے اور جھوٹ وغیبت سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد صلوٰۃ و سلام اور آپ کی دعاؤں پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

اس کے بعد مخیر قوم وملت جناب عید محمد صاحب کے دولت کدے پر قیام ہوا، ماشاء اللہ ان کے صاحبزادگان بالخصوص ایڈوکیٹ صابر احمد صاحب نے بڑی خدمت کی، دوسرے دن یعنی ۱۶ر اپریل کو بعد نماز مغرب راج محل صاحب گنج کے لئے روانہ ہوئے۔

۱۶ر اپریل ۲۰۲۵ء "تحفظ ایمان کانفرنس" امانت گھاٹ راج محل

نویں دن ۱۶ر اپریل ۲۰۲۵ء کو حضرت اپنے قافلے کے ساتھ قریب دس بجے شب میں امانت گھاٹ راج محل پہنچے، حضرت مولانا سید معین الدین اور حضرت مولانا سید عبدالسلام صاحبان کے دولت کدے پر قیام ہوا، رات قریب ایک بجے حضور قائد ملت رونق اسٹیج ہوئے، مرد وخواتین پر مشتمل سامعین وحاضرین کی ایک کثیر تعداد یہاں موجود تھی، دور تلک خوشنما ٹوپیوں سے مزین سر ہی سر نظر آرہے تھے، تقریباً بارہ سے پندرہ ہزار لوگوں کا مجمع رہا ہوگا، ماشاء اللہ یہاں بھی لوگوں نے اپنے قائد کا شایان شان استقبال کیا۔

بے شمار بیرونی ومقامی علمائے کرام اور شعرائے اسلام اسٹیج کی رونق دوبالا کر رہے تھے، راقم کی ایک مختصر تقریر کے بعد حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کا خطاب نایاب ہوا، ماشاء اللہ! بڑی ہی پرمغز اور بصیرت افروز تقریر تھی، دوران تقریر ایک ایسا بھی موقع آیا جب مفتی صاحب نے اپنی رقت انگیز تقریر سے سب کو رلا دیا، یہاں تک کہ اہل اسٹیج کی بھی آنکھیں جل تھل ہوگئیں، پورا مجمع ہمہ تن گوش آپ کی فکر انگیز تقریر کے سحر میں گرفتار ہو چکا

تھا، بیچ بیچ میں فلک شگاف نعروں کی گونج سنائی دیتی اور بس! قریب سوا گھنٹے آپ نے علوم ومعارف کے نکتہ آفریں دریا بہائے۔

آپ کی تقریر پرتنویر کے بعد حضور قائد ملت نے مدرسہ بحر العلوم فضل کریم امانت گھاٹ کے طلبا کی دستار بندی فرمائی اور قریب ۲۵۰۰۰؍ہزار افراد کو داخل سلسلہ فرمانے کے بعد آپ نے خطاب کا آغاز فرمایا، آج آپ نے بھی نکتہ سنجیوں سے بھرپور ایک جامع خطاب ارشاد فرمایا، قرآن وحدیث اور اقوال مفسرین ومحدثین کے متن سے مزین آپ کی معرکۃ الآرا تقریر سن کر عوام تو عوام علما اور خواص کو بھی حضور تاج الشریعہ کی یاد تازہ ہوگئی، لوگوں نے ''جانشین تاج الشریعہ زندہ باد'' کے نعروں سے آپ منصبی استحقاق کی تصدیق کی، تقریباً پون گھنٹہ آپ نے علمی جواہر پارے بکھیرے۔

اس کے بعد صلوٰۃ وسلام اور دعا ہوئی، اس طرح اس عظیم الشان کانفرنس کا اختتام ہوا، مقامی اور بیرونی علمائے کرائے اور شعرائے اسلام میں حضرت مفتی منظور احمد صاحب مصباحی، حضرت علامہ احسان الحق صاحب دانش، حضرت علامہ جلال الدین صاحب رضوی، حضرت مفتی ذاکر حسین صاحب، شاعر اسلام اختر پرواز نعیمی، نعت خواں مجیب الرحمٰن صاحب وغیرہ کی نعتیں اور تقریریں ہوئیں، پروگرام کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے میں حضرت مولانا سید معین الدین اور حضرت مولانا سید عبد السلام صاحبان اور حضرت مفتی منظور احمد صاحب نے بڑی جانفشانی کی۔

۱۷؍اپریل ۲۰۲۵ء ''غوث ورضا کانفرنس'' خیر پاڑہ راج محل

دسویں دن ۱۷؍اپریل ۲۰۲۵ء کو بعد مغرب حضور قائد ملت کا قافلہ عاشقان اعلیٰ حضرت کے جلوس کے ساتھ سید صاحبان کے دولت کدے سے فیلوٹولہ مدرسہ عید المسلمین پہنچا، جہاں قریب ۱۰۰۰؍سو فرزندان توحید ورسالت نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، یہاں سے آپ آگے بڑھتے ہوئے کربلا مدرسہ غوثیہ نظامیہ منظر اسلام پہنچے، جہاں قریب ۵۰۰۰؍ہزار افراد نے شرف بیعت حاصل کیا، پھر یہاں سے حسن ٹولہ مدرسہ نظامیہ زینت العلوم تشریف لائے، یہاں بھی قریب ۳۰۰۰؍سو دیوانگان تاج الشریعہ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے، اس دوران آپ برادر دینی جناب افضل بھائی، مظہر رضوی اور مستان گڑھ میں بھی کسی کے یہاں تشریف لے گئے، ان جگہوں پر قریب ۱۰۰۰؍افراد سلسلہ میں داخل ہوئے۔

کانفرنس کی صدارت حضرت مولانا قمر رضا رضوی امجدی صاحب بانی و مہتمم مدرسہ قادریہ گلشن تاج الشریعہ اور نظامت کے فرائض حضرت مولانا سردار احمد نعیمی صاحب کرناٹک نے نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیئے، حضرت علامہ محمد اسعد علی رضوی، بلگام، کرناٹک، حضرت مفتی محمد اشرف رضا رضوی نعیمی، حضرت علامہ وسیع الرحمٰن رضوی، حضرت علامہ محمد قمر الزماں نوری مصباحی راج محلی، کولکاتا، حضرت مفتی شاکر رضا نوری مصباحی، حضرت مولانا ابرار احمد رضوی، حضرت مولانا محمد برکت رضا مصباحی کے عمدہ خطابات ہوئے، مداح رسول ﷺ جناب شہباز رضا نوری کولکاتا اور عبد الحنان بھاگلپوری وغیرہ نے بہت اچھی نعتیں پیش کیں۔

اپنے خصوصی خطاب میں حضرت ڈاکٹر مفتی مصور رضا مصباحی پورنوی نے امام احمد رضا کے شہرۂ آفاق وصف عشق رسول ﷺ کو بھی اجاگر کیا، اس کے بعد حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب نے حضور تاج الشریعہ کی ہمہ گیر شخصیت پر ایک نہایت ہی عالمانہ وفاضلانہ خطاب فرمایا جسے سامعین نے خاصا پسند کیا، آپ کا خطاب علمی نکتوں سے لبریز اور فکر وشعور سے معمور تھا۔

بعدہ حضرت علامہ مفتی منظور احمد رضوی مصباحی نے امام احمد رضا کی تعلیمات اور ملت اسلامیہ کی زبوں حالی پر ایک فکر انگیز خطاب فرمایا، مقامی علما میں حضرت مولانا سید معین الدین حسن قادری، حضرت علامہ مفتی جلال الدین رضوی، حضرت علامہ مفتی احسان الحق دانش رضوی صاحبان وغیرہ رونق اسٹیج رہے۔

رات قریب ساڑھے گیارہ بجے مدرسہ قادریہ گلشن تاج الشریعہ خیر پاڑہ راج محل، ضلع صاحب گنج، جھارکھنڈ کے زیر اہتمام ''غوث ورضا کانفرنس'' کے اسٹیج پر جلوہ فگن ہوئے، عاشقان رضا نے شاندار استقبال کیا، مفتی عاشق حسین صاحب کے خطاب کے بعد حضور قائد ملت نے تقریباً ۱۰۰۰۰؍ہزار حاضرین کو داخل سلسلہ

فرمایا پھر خطاب فرماتے ہوئے آپ نے لوگوں کو اصلاح عقائد و اعمال کی تلقین فرمائی، دشمنان خدا ورسول سے دشمنی اور محبان خدا و رسول سے محبت کرنے کا درس دیا، کیوں کہ ؎

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

۱۸/اپریل ''تحفظ ناموس رسالت کانفرنس'' سبحان پور بانکا بہار

گیارہوں دن ۱۸/اپریل ۲۰۲۵ء کو سبحان پور کٹوریہ، عمر پور ضلع بانکا بہار کی علمی و ادبی سرزمین پر ''تحفظ ناموس رسالت کانفرنس وجشن ولادت امام احمد رضا'' کا انعقاد بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا، اس پرنور اجلاس کا آغاز حافظ وقاری محمد فرخ رشید صاحب ضیائی وحافظ وقاری محمد ضمیر الدین صاحب ثقافی کے دلنواز قرأت سے ہوا ، ناظم اجلاس حضرت مولانا محبوب گوہر اسلام پوری کی نظامت نے اجلاس میں چار چاند لگا دیئے، ثناخوان خاتم پیغمبراں حضرت مولانا جنید رضا ساحلؔ بنارسی، شہکار ترنم حضرت محمد رفیق رضا قادری ممبئی اور شہنشاہ ترنم حضرت محمد صابر رضا ازہری گجرات نے اپنی اپنی دلکش و پرکشش آواز میں نعت خوانی ومنقبت خوانی کے ذریعے بزم نور میں مزید نورانیت کا رنگ وروغن بھر دیا، بعدہ محرک وصدر اجلاس مفتی اعظم کرناٹک خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد مقصود عالم فرحت صاحب ضیائی نے قطب عالم حضرت علامہ مفتی محمد منور حسین صاحب نقشبندی مجم بھاگلپوری قدس سرہ کی خدمات دینیہ اور سبحانپور کٹوریہ کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ بریلی شریف سے ہمارا فکری ونظریاتی رشتہ بہت قدیم ہے جس پر ہماری نئی نسلیں بھی مضبوطی سے قائم ہیں، بعدہ مقرر خصوصی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد شہزاد عالم مصباحی شیخ الادب جامعۃ الرضا بریلی شریف نے تحفظ ناموس رسالت اور رد رافضیت پر مدلل ومفصل خطاب کیا جسے علما وعوام نے دلجمعی کے ساتھ سماعت فرمایا۔

اسی دوران جانشین تاج الشریعہ قائد ملت قاضی القضاۃ فی الہند ابوالحسام حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ نوریہ تاج الشریعہ وسربراہ اعلیٰ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا ومرکزی صدر جماعت رضائے مصطفےٰ بزم نور میں جلوہ بار ہوئے، ہر طرف دیوانگان تاج الشریعہ دیدار کے لئے مچل اٹھے، نعرۂ تکبیر و رسالت کی صدا گونج اٹھی، جھنڈے فضاؤں میں لہرائے جانے لگے، دیوانے مستی میں جھومنے لگے، اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا، تھوڑی دیر کے بعد مفسر قرآن خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین صاحب قادری کشمیری ناظم جامعۃ الرضا بریلی شریف کا مدبرانہ خطاب ہوا، اس کے بعد تقریباً ۲۵۰۰۰/ہزار افراد حضور قائد ملت کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں داخل ہوئے، پھر آپ نے ایک نورانی و عرفانی خطاب فرمایا، دوران خطاب کلام رضا وتاج الشریعہ بھی ترنم کے ساتھ پڑھا، جس سے دیوانے بےخود ومست ہوتے رہے۔

اس موقع پر حضور قائد ملت نے حضرت مفتی سید شاہد رضا مصباحی سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ کیری شریف، حضرت علامہ محمد مسعود اختر ضیائی سجادہ نشین خانقاہ تیغیہ شبلی باڑی کمارڈوبی جھارکھنڈ اور حضرت علامہ محمد خورشید انور ضیائی صدر مدرس مدرسہ تنویر الاسلام چاندن کٹوریہ بانکا کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کی خلافت واجازت سے نوازا، پھر صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

کانفرنس میں بیرونی اور مقامی علمائے اہل سنت کی بڑی تعداد موجود رہی، نوجوان کانفرنس کمیٹی کے صدر حضرت مولانا محمد صغیر احمد ضیائی رضوی نے اپنی کمیٹی کے تمام محنت کش نوجوانوں اور شرکائے اجلاس کا شکریہ ادا کیا، انجمن عاشقان خواجہ غریب نواز سبحانپور کٹوریہ کی جانب سے شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کی تقسیم عمل میں آئی۔

یاد رہے کہ اس پورے دورے میں تقریباً ۴/لاکھ فرزندان توحید ورسالت نے حضور قائد ملت کے دست حق پرست پر بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا، قیام گاہوں پر اور عبدالباری بھائی کے دولت کدے پر ہر روز بعد مغرب بیعت ہونے والے ہزاروں لوگوں کی تعداد مزید برآں ہے۔

◆◆◆

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹرپیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
AUGUST 2025
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.0
PER YEAR : ₹ 350.0

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareil
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Kh